OCTOBER 2009
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 186
Regd. # SC-1177

هلْ يجوز التَّصلِيَةُ و التَّسليُم لغير الأنبياء و الملائكةِ
استقلالاً وَالرِّضى لغير الصَّحابَةِ والتَّابعِيُن

"علیہ السلام" و "رضی اللہ عنہ" کے استعمال کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی دامت برکاتہم العالیہ
(رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان)

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

''علیہ السلام'' اور ''رضی اللہ عنہ''

کے استعمال کا شرعی حکم

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(رئیس دار الافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کے استعمال کا شرعی حکم

مؤلف : حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ/ اکتوبر ۲۰۰۹ء

تعدادِ اشاعت : ۳۵۰۰

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

عوام وخواص میں یہ مسئلہ موضوعِ بحث رہتا ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ’’علیہ الصلاۃ والسلام‘‘ یا ’’علیہ السلام‘‘ کہنا کیسا ہے؟ اسی طرح عوام اس میں بھی بہت نزاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ غیر صحابہ کو ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ کہنا یا لکھنا درست نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، حضور غوث اعظم وغیرہم کو ’’رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ کہنے پر سخت اعتراض کرتے ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کو کچھ تو ’’علیہا السلام‘‘ لکھتے ہیں اور کچھ اس سے منع کرتے ہیں۔

اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان نے اِن مسائل پر ہمارے دار الافتاء سے حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی کے تحقیقی مفصل فتاویٰ کو جمع کر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور اِن فتاویٰ میں ان مسائل پر کافی وشافی بحث کی گئی ہے۔

ادارہ اس رسالہ کو اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے 186 ویں نمبر پر شائع کر رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے طفیل ہم سب کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے خواص وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

محمد عرفان المانی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
ا۔	فتویٰ نمبر 1: غیر انبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام کا حکم	5
۲۔	جواب	5
۳۔	انبیاء وملائکہ کے غیر کے لئے''صلاۃ''	6
۴۔	پہلا قول	6
۵۔	دوسرا قول	7
۶۔	تیسرا قول	10
۷۔	چوتھا قول	10
۸۔	ائمہ ثلاثہ کا قول	10
۹۔	راجح قول کی تائید	12
۱۰۔	جمہور علماء کے اقوال	14
۱۱۔	مجوزین کے مستدلات کا جواب	25
۱۲۔	حکم	29
۱۳۔	انبیاء وملائکہ کے غیر پر''سلام''	33
۱۴۔	سلام اور صلاۃ میں مناسبت	34
۱۵۔	مجوزین کو تنبیہ	39
۱۶۔	سلام کا حکم	41
۱۷۔	اہلِ بدعت کا اختراع	43

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ خاص ہے یا اُن کے غیر کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے، اگر اُن کے لئے خاص ہے تو بولنے والے کے کیا حکم ہوگا؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اسماء کے ساتھ تعظیمی یا دعائیہ جملے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، علیہ الصلاۃ والسّلام، علیہ السّلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا، لیکن اس باب میں ائمہ دین، مشائخ عظام، علماء کرام کی تصریحات مذکور ہیں، اُن کا کہنا یہ ہے کہ انبیاء وملائکہ علیہم السّلام کے علاوہ دوسروں کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا دعائیہ جملہ ذکر کیا جائے اور اُن کے لئے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام کا کہنا درست نہیں ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام جملوں کا استعمال ہر مومن کے لئے جائز ہو، جیسے قیاس تو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ عزّ وجلّ کا استعمال جائز ہونا چاہئے کہ کہا جائے کہ حضرت محمد عزّ وجلّ کیونکہ نبی ﷺ عزیز اور جلیل ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ الآیۃ (۱)

ترجمہ: اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (کنز الایمان)

اِسی طرح قیاس چاہتا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم یا علیہ الصّلاۃ والسّلام وغیرھا دعائیہ جملے استعمال کرنا درست ہو کہ کہا جائے حضرت ابوبکر ﷺ، حضرت عمر علیہ الصلاۃ والسّلام، حضرت علی علیہ السّلام وغیر ذلک کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ الآیۃ (۲)

۱۔ الفتح: ۹/۴۸

۲۔ الأحزاب: ۴۳/۳۳

ترجمہ: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اُس کے فرشتے۔ (کنز الایمان)

کہ یہ "یصلّی علی المؤمنین" کے معنی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ﴾ الآیۃ (۳)

ترجمہ: یہ لوگ ہیں جن پر اُن کے ربّ کے درود ہیں اور رحمت۔ (کنز الایمان)

کہ یہ ''علی المؤمنین صلوات'' کے معنی میں ہے لہذا قیاس چاہتا ہے کہ معنی کے اعتبار سے ہر مومن کے لئے اِن تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے، لیکن ہم اِس مقام پر قیاس کو ترک کر کے اسلاف صُلحاء کے طریقے اور اُن کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ اُن میں سے کسی نے بھی قال النبی عزّو جلّ یا قال الرسول عزّو جلّ یا قال ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام وغیرہ نہ لکھا ہے اور نہ ہی اُس کی کسی نے تعلیم دی ہے۔

اب ہم اپنی اس تحریر میں پہلے انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے صلاۃ کے استعمال کے بارے میں صحابہ کرام اور علماءِ اسلام سے اقوال لائیں گے، پھر جمہور کے نزدیک راجح قول کی تائید میں علماء کرام کے اقوال لائیں گے، پھر غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے اِس کے استعمال کا حکم بیان ہوگا، پھر صلاۃ اور سلام میں کے حکم میں مناسبت بیان کی جائے گی اور انبیاء و ملائکہ علیہ السلام کے غیر کے لئے علیہ السلام کہنے اور لکھنے کے بارے میں حکم اور اُس پر اقوالِ علماء لائے جائیں گے اور بتایا جائے گا کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے صلاۃ یا سلام یا دونوں کا استعمال جب ہمارے اسلاف نے نہ کیا اور نہ اُس کی تعلیم دی پھر اِس کا استعمال کس نے شروع کیا اور وہ کون لوگ ہیں جو اِس کا استعمال کرتے ہیں، اور اُن کی اتباع اور اُن سے مشابہت کے بارے میں کیا حکم ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کے غیر کے لئے ''صلاۃ''

انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے ''صلاۃ'' کے بارے میں اقوالِ علماء مختلف ہیں:

پہلا قول: ایک قول تو یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اُن کا استدلال قرآن و حدیث سے

۳۔ البقرۃ: ۲/۱۵۷

ہے چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

واستدلّ له بقوله تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلَائِکَتُه﴾ (٤) وبما صحّ من قوله ﷺ "اللّٰهمّ صَلِّ علی آل أبی أوفی" أوقوله علیه الصّلاة والسّلام وقد رفع یدیه: "اللّٰهم اجعل صلاتك ورحمتك علی آل سعد بن عبادة" وصحّح ابن حبان خبر" أن امرأة قالت للنبیّ ﷺ: صلّ علیّ وعلی زوجی ففعل" وفی خبر مسلم" إن الملائکة تقول لروح المؤمن: صلّی اللّٰه علیك وعلی جسدك (٥)

یعنی، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان، ''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُس کے فرشتے'' اور نبی ﷺ کے فرمان سے جو صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ ''اے اللہ! درود بھیج آلِ اَبی اوفیٰ پر'' (٦) اور آپ ﷺ کے فرمان سے کہ جس میں آپ نے اپنے مبارک دست اٹھائے ''اے اللہ! اپنے درود اور اپنی رحمت سعد بن عبادہ کی آل پر فرما'' (٧) اور اُس خبر سے کہ جس کی تصحیح ابن حبان نے فرمائی کہ ایک عورت نے نبی ﷺ

٤۔ الأحزاب:٤٣/٣٣

٥۔ تفسیر روح المعانی سورة (٣٣) الأحزاب، الآیة ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥، مطبوعة: داراحیاء اثرات العربی، بیروت الطبعة الاولی ١٤٢٠ھ - ١٩٩٩م

٦۔ پوری حدیث یہ ہے کہ حضرت ابن اَبی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ فرماتے، اے اللہ! آلِ فلاں پر صلاۃ نازل فرما (یعنی آپ اس کے لئے دعا فرماتے) اور جب میرے باپ آئے تو آپ نے فرمایا ''اے اللہ! آلِ اَبی اَوفیٰ پر صلاۃ نازل فرما'' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" (برقم:١٤٩٧) میں، امام مسلم نے اپنی "صحیح" (برقم:١٠٧٨) میں، امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" (برقم:١٥٩٠) میں، امام نسائی نے اپنی "سنن" (برقم:٣٤٥٩) میں، امام ابن ماجہ نے اپنی "سنن" (برقم:١٧٩٦) میں روایت کیا ہے۔

٧۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی "سنن" (برقم:٥١٨٥) میں روایت کیا ہے۔

کی بارگاہ میں عرض کی ''آپ مجھ پر اور میرے شوہر پر صلاۃ بھیجئے تو آپ نے ایسا کیا'' (۸) اور مسلم شریف کی حدیث کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر رحمت بھیجے'' سے استدلال کیا ہے۔(۹)

دوسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز نہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں:

وقیل: لا تجوز مطلقاً (۱۰)

یعنی، اور کہا گیا کہ مطلقاً جائز نہیں ہے۔

اور حافظ ابو عمر ابن عبد البر مکی متوفی ۴۶۳ھ (۱۱) اور علامہ ابو عبد الملک محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ (۱۲) اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ:

قالوا: فلا يجوز أن يصلّى على أحدٍ إلا على النّبيّ ﷺ وحده خاصّةً، لأنه خُصَّ بذلك۔

یعنی، انہوں نے کہا کہ پس جائز نہیں کہ صلاۃ بھجی جائے کسی ایک پر سوائے تنہا نبی ﷺ کے خاص طور پر، کیونکہ آپ ہی اِس کے ساتھ

۸۔ اس حدیث کو امام دارمی نے اپنی "سنن" (المقدمه، برقم: ٤٥) میں، امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں (جیسا کہ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، برقم: ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱٤ میں ہے) اور امام ابن ابی شیبہ نے "المصنف" (برقم: ۸۸۰۹، کتاب الصلاة، الصلاة على غير الأنبياء، ٦/٤٧، ٤٨، طبع المجلس العلمی، و كتاب صلاة التطوع و الإمامة، الصلاة على غير الأنبياء، ٢/٤٠١، طبع دار الفكر، بيروت) میں روایت کیا ہے۔

۹۔ اس آیت اور دیگر آیات اور ان احادیث اور دیگر احادیث میں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر انبیاء و ملائکہ پر انفراداً صلاۃ بھیجے کا ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے جو چاہے کرے، جس پر چاہے صلاۃ بھیجے اور صلاۃ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور اپنا حق جسے چاہیں عطا فرما دیں، لہٰذا یہ آیات و احادیث ہماری بحث سے متعلق نہیں ہیں۔

۱۰۔ تفسير روح المعانی، ۲۱-۲۲/۳۵۵

۱۱۔ التمهيد، مالك عن عبدالله بن أبي بكر بن حزم، حديث سادس عشر (برقم: ٤٤٨/ ١٦)

۱۲۔ تفسير القرطبي، سورة التوبة، لآية: ١٠٣، ٤/٢٤٩

خاص کیے گئے۔

اور اُن کا استدلال ہے کہ:

واستدلّوا بقوله تعالىٰ: ﴿ولا تجعَلُوا دُعَآءَ الرّسُولِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً﴾ (١٣)

یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے'' سے استدلال کیا ہے۔

اور امام قرطبی لکھتے ہیں:

وبأن عبدالله بن عباس كان يقول: لايصلّى على أحدٍ إلّا على النبيّ صلى الله عليه وسلم (١٤)

یعنی، اور اس طرح کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ''نبی ﷺ کے سوا کسی پر درود نہ پڑھا جائے''۔

اور مطلقاً ناجائز کہنے والوں نے قرآن اور اثرِ ابن عباس سے استدلال کے علاوہ اہلِ بدعت کے شعار کو بھی عدم جواز کی علّت بتایا ہے جیسا کہ علامہ نابلسی نے نقل کیا کہ:

و قال الآخرون: لا يجوز ذلك لأن الصّلاة على غير الأنبياء صار من شعار أهل الأهواء يصلّون على من يعتقدون فيهم العصمة فلا يقتدى بهم (١٥)

یعنی، دوسروں نے کہا کہ جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء پر صلاۃ بھیجنا اہلِ ہوا کا شعار ہو گیا ہے کہ وہ جن میں عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں (یعنی جنہیں معصوم قرار دیتے ہیں) اُن پر صلاۃ بھیجتے ہیں لہٰذا اُن اہلِ ہوا کی پیروی نہیں کی جائے گی۔(١٦)

١٣۔ النّور:٢٤/٦٣

١٤۔ تفسير القرطبى، سورة التوبة الآية ١٠٣، ٢٤٩/٤

١٥۔ الحديقة النّديّة شرح الطريقة المحمّديّة، ٩/١

١٦۔ یاد رہے کہ اُن کا شعار انفراداً صلاۃ وسلام بھیجنا ہے نہ کہ تبعاً جیسا کہ جمہور علماء کرام نے یہی فرمایا ہے لہٰذا غیر انبیاء وملائکہ پر انفراداً صلاۃ وسلام نہ بھیج کر اُن کی اقتداء اور اُن کے ساتھ تشبّہ سے گریز کرنا ہوگا

تیسرا قول: اور ایک قول یہ ہے کہ استقلالاً جائز نہیں تبعاً اُن کے لئے جائز ہے کہ جن کے بارے میں نص وارد ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

وقيل: لا تجوز استقلالاً وتجوز تبعاً فيما ورد فيه النصّ كالآل أوألحق به كالأصحاب، واختاره القرطبي وغيره، (١٧)

یعنی، کہا گیا کہ استقلالاً جائز نہیں اور تبعاً اُن کے لئے جائز ہے جن کے بارے میں نص وارد ہے جیسے آل اور اُن کے ساتھ اصحاب کے مثل کو لاحق کیا گیا اور اسے امام قرطبی وغیرہ نے اختیار فرمایا ہے۔

امام قرطبی نے پہلے یہ قول ذکر فرمایا پھر وہ جو اوپر ذکر کیا گیا پھر اِسی قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والأوّل أصحّ (١٨)

چوتھا قول: ایک اور قول یہ ہے کہ تبعاً مطلقاً جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں۔

ائمہ ثلاثہ کا قول

یہی چوتھا قول امام ابو حنیفہ اور اُن کے مُتّبعین، امام مالک، امام شافعی اور جمہور ائمہ دین کا قول ہے، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

وقيل: تجوز تبعاً مطلقاً ولاتجوز استقلالاً ونسب إلى أبي حنيفة وجمع (١٩)

یعنی، اور کہا گیا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور علماء کی ایک جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی متوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں:

و قالت طائفة: يجوز تبعاً مطلقاً و لا يجوز استقلالاً و هذا قول

١٧۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٥

١٨۔ تفسير القرطبي:٤/٨/٢٤٩

١٩۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٥

أبی حنيفة و جماعته (۲۰)

یعنی، ایک جماعت نے کہا کہ تبعاً مطلق جائز ہے اور استقلالاً جائز نہیں اور یہ امام ابوحنیفہ اور آپ کی جماعت کا قول ہے۔

شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

و قال أبو حنيفة، و أصحابه، و مالك، والشافعي، و الأكثرون أنه لا يصلى على غير الأنبياء عليهم الصلاة و السلام استقلالاً فلا يقال: اللهم صلّ على آل أبي بكرٍ، و لا على آل عمرَ و غيرهما، و لكن يصلّى عليهم تبعاً (۲۱)

یعنی، امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے، پس اللھم صلّ علی آلِ أبی بکرٍ اور اللھم صلّ علی آل عُمرَ وغیرہ نہیں کہا جائے گا، لیکن ان پر تبعاً صلاۃ کہی جائے گی۔

امام محمد بن خلیفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں: امام مالک نے انبیاء علیہم السلام کے غیر پر صلاۃ کو مکروہ قرار دیا ہے کہ یہ گزرے ہوئے علماء کے عمل سے نہیں ہے۔(۲۲)

امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی حنفی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے غیر پر مستقلاً صلاۃ بھیجنا مکروہ ہے۔(۲۳)

۲۰۔ القول البديع فی الصّلاة علی الحبيب الشّفيع، الباب الأول، هل يصلى على غير الأنبياء الخ، ص ٦٤، مطبوعة: دار الكتاب العربی، بيروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٥هـ۔ ١٩٨٥م

۲۱۔ عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه الخ، برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

۲۲۔ إكمال إكمال المعلم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبیّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

۲۳۔ إكمال المعلم بفوائد مسلم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النّبیّ ﷺ بعد التشهد، برقم:٧٠۔ (٤٠٨)، ٣٠٥/٥

یعنی، انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی پر صلاۃ نہیں بھیجنی چاہئے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول الله ﷺ: "صَلُّوا علىٰ أنبِياء اللّٰهِ وَ رَسُوله، فَإِنَّ اللّٰه بَعَثَهُم كَمَا بَعَثَنِي (٣٢)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں پر صلاۃ بھیجو، بے شک اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ اس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے اقوال

اور جمہور علماء اسلام کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

و اتفقوا على جواز جعل غير الأنبياء، تبعاً لهم في الصلاة، فيقال: اللهم صلّ على محمد، و على آل محمد، و أصحابه، و أزواجه و ذرّيته، و أتباعه للأحاديث الصّحيحة في ذلك، و قد أمرنا به في التّشهّد، و لم يزل السّلف عليه خارج الصّلاة أيضاً (٣٣)

یعنی، آئمہ کا انبیاء (و ملائکہ) غیر پر تبعاً صلاۃ بھیجنے کے جواز پر اتفاق ہے، پس اس معاملہ میں احادیث صحیحہ وارد ہونے کی بنا پر کہا جائے گا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ، وَ عَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ، وَّ أَصحَابِهِ، وَّ أَزْوَاجِهِ وَّ ذُرِّيَّتِهِ وَ أَتبَاعِهِ، اور ہمیں اس کا تشہد کا حکم دیا گیا ہے نیز اسلاف نماز سے باہر بھی ہمیشہ اسی پر رہے۔

٣٢۔ الإستذكار، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

٣٣۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ، باب الصّلاة على غير الأنبياء ص١٥٤، مطبوعة: دار البيان، دمشق، الطبعة الثالثة ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

اور امام ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

و یجوز الصّلاة علی غیره تبعاً و یکره استقلالاً لأنه صار شعارًا لذکر الرسول، و لذك کره أن یقال: محمد عزّ و جلّ و إن کان عزیزًا جلیلاً (۳۴)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، کیونکہ وہ (یعنی صلاۃ وسلام) رسول کے ذکر کے لئے شعار بن گیا اور اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ محمد عزّ وجلّ کہا جائے اگرچہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی متوفی ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

یجوز الصّلاة علی غیره تبعاً، و یکره استقلالاً، قال الشیخ محیّ الدّین فی ''کتاب الأذکار'': أجمعوا علی الصّلاة علی نبیّنا محمدٍ و علی سائر الأنبیاء علیهم الصّلاة و السّلام و الملائکة علیهم السّلام استقلالاً و أما غیر الأنبیاء فالجمهور لا یصلّی علیهم ابتداءً (۳۵)

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ، شیخ محی الدین نے ''کتاب الأذکار'' میں فرمایا کہ ائمہ دین کا ہمارے نبی حضرت محمد (ﷺ) اور تمام انبیاء علیہم الصّلاۃ و السّلام اور ملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے جائز ہونے پر اِجماع ہے مگر غیر انبیاء تو جمہور علماء اِس پر ہیں کہ اُن پر ابتداءً (یعنی استقلالاً) ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے۔

اور علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

۳۴۔ تفسیر البیضاوی، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۶/۲۳۶، مطبوعة: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۸م

۳۵۔ حاشیة ابن التمجیدعلی تفسیر البیضاوی، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۱۵/۵۱۶، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱م

و یجوز الصّلاة علی غیره تبعاً (۳۶)

یعنی، غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے۔

اور علامہ محمد بن احمد خطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ (۳۷) اور قاضی محمد بن محمد بن مصطفی عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ (۳۸) لکھتے ہیں:

و تجوز الصّلاة علی غیره تبعاً له و تکره استقلالاً، لأنه فی العُرف صار شعارًا لذکر الرُّسل، و لذلك کره أن یقال لمحمد: عزّ و جلّ، و إن کان عزیزًا جلیلاً۔ و اللفظ للشربینی

یعنی، غیر نبی پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار بن گیا، اسی لئے مکروہ ہے حضرت محمد ﷺ کے لئے ''عزّ وجلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے لکھا:

و تجوز الصّلاة علی غیره تبعاً، و تکره استقلالاً، لأنه فی العُرف صار شعارًا لذکر الرُّسل، کما ذکره البیضاوی و الشّوکانی و غیرهما فلا یقال: صلّی اللّٰه علی فلان أو فلان علیه السّلام (۳۹)

یعنی، اُن کے غیر (یعنی انبیاء و ملائکہ کے غیر) پر ''صلاۃ'' تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ ہے کیونکہ یہ عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گیا، جیسا کہ علامہ بیضاوی اور شوکانی نے کہا، پس نہیں کہا جائے گا

۳۶۔ حاشیة القُونوی علی تفسیر البیضاوی، سورة الأحزاب، الایة:۵۶، ۱۵/۱۵۶

۳۷۔ تفسیر الخطیب الشربینی، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۳/۳۳۷، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

۳۸۔ تفسیر أبی السعود، سورة الأحزاب، الآیة:۵۶، ۵/۴۲۸

۳۹۔ التفسیر المنیر، سورة (۳۳) الأحزاب، الآیة: ۵۶، ص۴۱۹، مطبوعة: دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳م

صلّى الله على فلان، يافلان عليه السلام۔

علامہ شیخ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی شیخ جامع ازہر متوفی ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

و الصّلاة على غير الأنبياء و الملائكة تبعاً جائزة بالاتفاق (٤٠)

یعنی، غیر انبیاء وملائکہ پر تبعاً ''صلاۃ'' بالاتفاق جائز ہے۔

شارح شرح عقائد علامہ عبدالعزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

و ههنا نكتتان شريفتان الأولى: لا يجوز التّصلية و التّسليم على غير الأنبياء استقلالاً عند المحقّقين من أهل السّنّة و الجماعة خلافاً للرّوافض، فإنهم يصلّون و يسلّمون على أهل البيت .... ثانياً: إن هذا فى عُرف السّلف من شعار الأنبياء فلزم التّخصيص بهم كما لا يجوز أن يقال فى النّبىّ ﷺ: عزّ و جلّ، و إن كان عزيزاً جليلاً (٤١)

یعنی، اور یہاں دو شریف نکتے ہیں پہلا یہ کہ محققین اہلسنّت و جماعت کے نزدیک غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ و سلام'' جائز نہیں برخلاف روافض کے، پس وہ اہلبیت کرام پر صلاۃ وسلام بھیجتے ہیں،...... دوسرا یہ کہ یہ اسلاف کے عُرف میں انبیاء علیہم السلام کا شعار ہے لہٰذا اس کی اُنہی کے ساتھ تخصیص لازم ہے جیسا کہ یہ جائز نہیں کہ نبی ﷺ کے لئے ''عزّ وجلّ'' کہا جائے اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

اور امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

إن أصحابنا يمنعون من ذكر صلوات الله عليه و عليه الصلاة و السّلام إلا فى حقّ الرّسول (٤٢)

٤٠۔ شرح جوهر التّوحيد، رقم البيت: ٤، ص ٢٩، مطبوعة: مكتبة الغزالى، حماة

٤١۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص ١١، مطبوعة: فيضى كتاب خانه، كوئتة

٤٢۔ التفيسر الكبير للرازى، سورة التوبة، الآية: ١٠٣، ١٣٦/١٦/٦، مطبوعة: دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٠هـ۔ ١٩٩٩م

یعنی، تحقیق ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) رسول اللہ ﷺ کے حق میں ''صلوات اللہ علیہ'' اور ''علیہ الصلاۃ و السلام'' کے ذکر کو چھوڑ کر دوسروں کے حق میں اِس کے استعمال سے منع کرتے ہیں۔

حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ (۴۳) اور علامہ شیخ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ (۴۴) لکھتے ہیں:

و لا یصلّی علی غیر الأنبیاء و الملائکة علیهم السّلام إلا بالتّبع۔ و اللفظ للنّسفی

یعنی، انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے غیر پر ''صلاۃ'' نہ بھیجی جائے مگر تبعاً۔

اِس کے تحت علامہ فخر الدین بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ (۴۵) اور علامہ محمد بن حسین طوری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ (۴۶) لکھتے ہیں:

لأن فی الصّلاة من التّعظیم ما لیس فی غیرها من الدّعوات و هی لزیادة الرحمة و القُرب من الله تعالیٰ و لا یلیق ذلك بمن یتصوّر منه الخطایا و الذّنوب، و إنما یدعی له بالمغفرة و التّجاوز إلا تبعاً بأن یقول: اللّهم صلّ علی محمدٍ و آله و صحبه و نحوه، لأن فیه تعظیم النبیّ ﷺ

یعنی، کیونکہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دعاؤں میں نہیں اور یہ

۴۳۔ کنز الدقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص۱٤٦، مطبوعة: المکتبة العصریة، بیروت الطبعة الأولی ۱٤۲٥ھ۔ ۲۰۰٥م

٤٤۔ تنویر الأبصار مع شرحه للحصکفی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ص۷٥۹، مطبوعة دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۲م

٤٥۔ تبیین الحقائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۹/۳٦۱، مطبوعة: دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

٤٦۔ تکمله البحر الرائق، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۱۰/٥۱۸، مطبوعة: دار المعرفة بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گُناہ متصوّر ہوں اور ایسوں کے لئے صرف مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی مگر یہ کہ ''صلاۃ'' کے ساتھ دعا تبعاً ہو (تو جائز ہے) یا بایں طور کہا جائے: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اور اِس کی مثل، کیونکہ اِس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

شارح صحیح بخاری علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ(۴۷) اور علامہ عبد الحکیم افغانی متوفی ۱۳۲۶ھ(۴۸) ''کنز'' کی اِس عبارت کے تحت لکھتے ہیں:

كما يقال: اللّٰهم صلّ على محمدٍ و آله و ذلك لأن الصّلاة من التّعظيم ما ليس في غيرها من الدّعوات و هي لزيارة الرّحمة و القُرب من اللّٰه تعالىٰ، و لا يليق ذلك لمن يتصوّر منه الخطايا و الذّنوب، و إنما يدعى له بالعفو و المغفرة و التّجاوز

یعنی، جیسا کہ کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اور وہ اس لئے کہ ''صلاۃ'' میں وہ تعظیم ہے جو دوسری دُعاؤں میں نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے قُرب کی زیادتی کے لئے ہے اور ایسی دُعا اُس کے لئے مناسب نہیں کہ جس سے خطائیں اور گُناہ متصوّر ہوں، ایسوں کے لئے صرف عفو، مغفرت اور تجاوز کی دعا کی جائے گی۔

''کنز'' کی اِسی عبارت کے تحت علامہ سید محمد ابو السعود حنفی لکھتے ہیں:

هذا جواب الاستحسان، و القياس يقتضي جوازه على كلّ مؤمن الخ (۴۹)

۴۷۔ رَمز الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۲۸۴، مطبوعة: مكتبة نورية رضوية، سكهر

۴۸۔ كشف الحقائق، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۳۳۸، ۳۳۹، مطبوعة: إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي

۴۹۔ فتح المعين، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۲/۵۶۲، مطبوعة: مكتبة العجائب لزخر العلوم، كوئتة

یعنی، صاحبِ کنز کا یہ قول (کہ غیر انبیاء وملائکہ پر''صلاۃ'' نہ کہی جائے مگر تبعاً) جواب استحسان ہے اور قیاس ہر مومن پر''صلاۃ'' کے جواز کا تقاضا کرتا ہے۔

علامہ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر فارابی اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

ثم ينبغى لك أن تعرف أن الصّلوات على غير الرّسول جائزة، ألايرى إلى قوله تعالىٰ: ﴿هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَ مَلَائِكَتُهٗ﴾ (٥٠) إلا إنا لم نجوّز بطريق الإصالة لئلا يتوهّم الرّفض، و قد نهى النبىّ عليه السّلام أن نقف مواقف التّهم، و ما كان بطريق الضّمن فبمعزلٍ عن ذلك (٥١)

یعنی، پھر تجھے چاہئے کہ تو یہ پہچان لے کہ غیر رسول پر''صلوات'' جائز ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا''وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اُن کے فرشتے'' کو نہیں دیکھا، مگر ہم اِسے بطریق اِصالۃ جائز قرار نہیں دیتے تا کہ رِفض کا وہم نہ کیا جائے حالانکہ نبی ﷺ نے ہمیں تہمت کی جگہوں پر کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اور جو تبعاً ہے وہ اِس''نہی'' سے جُدا ہے۔

امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

والذى ذهب إليه المحقّقون و أميل إليه ما قاله مالك و سفيان رحمهما الله و روى عن ابن عباس، و اختاره غيرُ واحدٍ من الفقهاء و المتكلّمين أنه لا يصلّى على غير الأنبياء عند ذكرهم بل هو شىء يختصّ به الأنبياء توقيراً و تعزيراً كما يُخصّ اللهُ تخصيص النّبىّ ﷺ و سائر الأنبياء بالصّلاة و التّسليم و لا يشارك فيه سواهم كما أمر الله بقوله ﴿صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا

٥٠۔ الأحزاب:٤٣/٣٣

٥١۔ التبيين، القسم الثّانى التحقيق، ١٢٥/١، مطبوعة: وزارة الأوقاف، الكويت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ۔ ١٩٩٩م

تَسْلِیمًا﴾ (۵۲)

یعنی، جدھر محققین گئے اور جدھر میں (یعنی قاضی عیاض) مائل ہوا وہ وہ ہے جو امام مالک اور سفیان کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور جس کو ایک نے نہیں بلکہ بہت فقہاء و متکلّمین نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ غیر انبیاء کے ذکر کے وقت اُن پر درود نہ پڑھا جائے (یعنی اُن کے نام کے ساتھ ''علیہ الصّلاۃ والسّلام'' یا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' نہ کہا جائے) بلکہ یہ وہ شے ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کے پیش نظر اُن کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اللہ عزّ وجلّ کے ذکر کے وقت تنزیہ، تقدیس، تعظیم (مثلاً ''عزّ وجلّ'' یا ''سبحانہ وتعالیٰ و تقدس'' کہنا) اُس کے ساتھ مختص ہے اور اِس میں اُس کے ساتھ اس کا غیر شریک نہیں، اسی طرح ''صلاۃ سلام'' کو نبی ﷺ اور تمام انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ مختص کرنا واجب ہے اِس میں اُن کے سوا کسی اور کو (استقلالاً) شریک نہیں کیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

''اُن پر درود اور خوب سلام ہو''۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

و استدلّ المانعون بأن لفظ الصّلاۃ صار شعاراً لعظم الأنبیاء و توقیرھم فلا تقال لغیرھم استقلالاً و إن صحّ، کما لا یقال: محمد عزّ و جلّ و إن کان علیه الصّلاۃ و السّلام عزیزًا جلیلاً لأن ھذا الثّناء شعاراً لِلّٰه تعالیٰ فلا یشارك فیه غیرہ (۵۳)

۵۲۔ الأحزاب:۵۶/۳۳

الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف فی الصّلاۃ علی غیر النبیّ ﷺ الخ، ص۲۸۶، مطبوعۃ: دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الأولی ۱۴۲۴ھ۔۲۰۰۳م

۵۳۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیۃ:۵۶، ۲۱۔۳۵۶/۲۲

یعنی، اور (غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' سے) منع کرنے والوں نے استدلال کیا کہ ''صلاۃ'' کا لفظ انبیاء علیہم السلام کی عظمت و توقیر کے لئے شعار ہو گیا پس اُن کے غیر کے لئے استقلالاً ''صلاۃ'' نہ کہی جائے اگرچہ معنی کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جائے گا اگرچہ آپ علیہ الصّلاۃ والسّلام عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے شعار ہو گئی پس اِس میں اُس کا غیر شریک نہیں ہوگا۔

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

إن الصّلاة و إن كانت الدّعا بالرّحمة و هو جائز لكلّ مسلم لكن صارت مخصوصةً فى لسان السّلف بالأنبياء و الملائكة كما أن لفظ "عزّ وجلّ" مخصوص بالله تعالىٰ كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان عزيزاً جليلاً، و لا يقال: أبو بكر أو عليٌّ صلى الله عليه وسلّم و إن كان معناه صحيحاً (٥٤) كذا فى حاشية ابن التمجيد على تفسير البيضاوى (٥٥)

یعنی، تحقیق ''صلاۃ'' اگرچہ دعا بالرّحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کے لئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں ''صلاۃ'' انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ لفظ ''عزّ وجلّ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزّ وجلّ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اِسی طرح ابو بکر یا علی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہا جا سکتا اگرچہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

٥٤۔ حلبی کبیر، ص٣، مطبوعة: سهیل اکادمی، لاهور

٥٥۔ حاشية ابن التمجيد، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ١٤١٦/١٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔ ٢٠٠١م

اور امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی(۵۶) اور علامہ محمد امین ہروی(۵۷) لکھتے ہیں:

قال بعضهم: الخلاف في الصّلاة على غير الأنبياء إنما هي في الاستقلال نحو "اللّهمّ صلّ على فلان" و أما هي تابعة نحو "اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذرّيته" فجائزة، و على الجواز فإنما يقصد بها الدعاء لأنها بمعنى التّعظيم خاصّة بالأنبياء عليهم السّلام كخصوص عزّ و جلّ بالله تعالىٰ، فلا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن كان ﷺ عزيزاً جليلاً

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' میں اختلاف صرف انفراداً صلاۃ بھیجنے میں ہے جیسے کہا جائے ''اللهم صلّ على فلان'' مگر تبعاً جیسے ''اللهم صلّ على محمد و أزواجه و ذريته'' کہنا جائز ہے اور (تبعاً) جواز (کی صورت) میں صلاۃ سے صرف دُعا کا قصد کیا جائے گا کیونکہ ''عزّ و جلّ'' کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی طرح ''صلاۃ''، بمعنی تعظیم انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، پس نہیں کہا جائے گا محمد عزّ و جلّ، اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں۔

محقق فقیہ عبد الرحمٰن بن محمد شیخی زادہ حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ لکھتے ہیں:

و لما كان الدّعاء بلفظ الصّلاة مختصّاً بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام تعظيماً لهم لم يدع به لغيرهم إلا على سبيل التّبع لهم (۵۸)

یعنی، جب لفظِ صلاۃ کے ساتھ دعا انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعظیم کی

۵۶۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبيّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم: ۶۵۔ (۴۰۵)، ۲/۲۸۸

۵۷۔ شرح مسلم للهروى، كتاب الصّلاة، باب بيان كيفية الصّلاة الخ، ۸۰۱۔ (۳۶۷) (۲۹)، ۱۳۸/۷

۵۸۔ مجمع الأنهر، خطبة الكتاب، ۱۲/۱، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

وجہ سے اُن کے ساتھ مختص ہے تو یہ دعا اُن کے غیر کے لئے نہیں کی جائے گی مگر یہ کہ غیر کے لئے اُن کے تابع ہونے کے طور پر ہو۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی متوفی ۱۲۲۵ھ لکھتے ہیں:

هل يجوز الصّلاة و السّلام على غير الأنبياء، و الصّحيح أنه يجوز تبعاً و يكره استقلالاً كما يكره أن يقال: محمد عزّ و جلّ مع كونه عزيزاً جليلاً لاختصاصه بالأنبياء عُرفاً كاختصاص ذلك بالله تعالىٰ (٥٩)

یعنی، کیا غیر انبیاء پر ''صلاۃ اور سلام'' جائز ہیں، صحیح یہ ہے کہ تبعاً جائز ہے اور استقلالاً مکروہ جیسا کہ یہ مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ جلّ اس کے باوجود کہ آپ ﷺ عزیز اور جلیل ہیں، اُس (یعنی صلاۃ وسلام) کے عرفاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (انبیاء و ملائکہ کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ اور سلام مکروہ ہے) جیسے کہ اس کے (یعنی عزّ و جلّ) کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہونے کی وجہ سے (کسی کے لئے عزّ و جلّ مکروہ ہے)۔

علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

أما الصّلاة على غير الأنبياء فإن كان على سبيل التّبعية فهذا جائز بالاجماع، إنما وقع النّزاع فيما إذا أفرد غير الأنبياء بالصّلاة عليهم...... و قال الجمهور من العلماء لا يجوز إفراداً لغير الأنبياء لأن هذا قد صار شعار الأنبياء إذا ذكروا فلا يلحق غيرهم بهم، فلا يقال: أبو بكر ﷺ أو عليّ ﷺ و إن كان المعنى صحيحاً كما لا يقال: محمد عزّ و جلّ و إن عزيزًا جليلاً لأن هذا من

٥٩۔ تفسير المظهرى، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٣٨٠/٧، مطبوعة: دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

شعار ذكر الله تعالىٰ الخ (٦٠)

یعنی، مگر غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' تو اگر وہ بطریق تبعیّت کے ہے تو یہ بالاجماع جائز ہے، نزاع صرف اُس صورت میں واقع ہوا جب انفراداً غیر انبیاء پر صلاۃ کہی جائے...... اور جمہور علماء نے فرمایا انفراداً غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' جائز نہیں ہے کیونکہ غیر انبیاء کے لئے (انفراداً) صلاۃ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا شعار ہو گیا جب اُن کا ذکر کیا جائے تو اُن کے ساتھ اُن کے غیر کو لاحق نہ کیا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا علی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اِس کے معنی بالکل صحیح ہیں جیسا کہ نہیں کہا جائے گا حضرت محمد عزّ وجلّ اگرچہ حضور ﷺ عزیز اور جلیل ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے شعار ہے۔

علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم الصّلاة على غير الأنبياء بغير تبع قيل: تجوز، و الأصحّ لا تجوز (٦١)

یعنی، پھر ''صلاۃ'' غیر انبیاء پر جب کہ تبعاً نہ ہو کہا گیا کہ جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

مُجوّزین کے مُستدلّات کا جواب

انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے غیر کے لئے انفراداً صلاۃ و سلام کو جائز قرار دینے والے قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور علماء کرام نے اُن کا جواب دیا ہے چنانچہ مجوّزین کے جملہ مُستدلّات کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں:

و أجابوا عما مرّ بأنه صدر من الله تعالىٰ و رسوله عليه الصّلاة و السلام، و لهما أن يخصّا من شائا و بما شائا و ليس ذلك

٦٠- الحديقة النّدية، ١/٩، مطبوعة: مكتبه فاروقية، بشاور

٦١- بريقة محمودية، ١/٩، مطبوعة: دار الاشاعة العربية، كوئتة

لغيرهما إلا بإذنهما و لم يثبت عنهما إذن في ذلك، و من ثَمّ قال أبو اليمن بن عساكر له ﷺ أن يصلّي على غيره مطلقاً لأنه حقّه و منصبه فله التّصرّف فيه كيف شاء بخلاف أمته إذ ليس لهم أن يؤثروا غيره بما هو له (٦٢)

یعنی، (مخالفین کے) جو دلائل گزرے اُس کا علماء کرام نے یہ جواب دیا کہ وہ (یعنی غیر انبیاء پر بالاستقلال ''صلاۃ'' بھیجنا) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول علیہ الصّلاۃ والسّلام سے صادر ہوا ہے اور انہیں حق ہے کہ جسے چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص فرمائیں اور یہ حق اُن کے غیر کے لئے اُن کے اِذن کے سوا نہیں اور اُن سے اِس بارے میں اذن ثابت نہیں ہے، اِسی وجہ سے ابوالیمن ابن عساکر نے فرمایا کہ حضور ﷺ کو یہ حق ہے کہ آپ اپنے غیر پر مطلقاً ''صلاۃ'' بھیجیں کیونکہ یہ آپ کا حق اور آپ کا منصب ہے پس آپ کو اپنے حق میں جس طرح چاہیں تصرّف کا اختیار ہے برخلاف آپ کی اُمت کے کہ انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جو چیز آپ ﷺ کے لئے ہے اُس میں آپ پر آپ کے غیر کو ترجیح دیں۔

اور ''صحیح بخاری'' کی حدیث کہ حضرت عبداللہ بن ابی اُوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ فرماتے پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِیْ اَوْفٰی (٦٣)

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اِس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: حدیث مذکور سے اُن لوگوں نے استدلال کیا جو غیر انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام پر بالاستقلال ''صلاۃ'' کو

٦٢۔ تفسير روح المعاني، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٦

٦٣۔ صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصّدقة، برقم:١٤٩٧ أيضاً صحيح مسلم، كتاب الزّكاة، باب الدّعاء لمن أتى بصدقته، برقم:٧٦/٢٤٥٩ (١٠٧٨)، ص٤٨٢

ائز کہتے ہیں اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے:

و الجواب عن هذا حقّه عليه الصّلاة و السّلام له أن يعطيه لمن يشاء و ليس غيره ذلك (٦٤)

یعنی، حدیث مذکور سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ صلاۃ حضور ﷺ کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرمائیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر لکھتے ہیں:

قال أبو عمر: تهذيب هذه الآثار و حملها على غير التّضاد و التّدافع هو أن يقال: أما النّبيّ ﷺ فجائز أن يصلّى على مَن شاء، لأنه قد أمر أن يصلى على كلّ من يأخذ صدقته، و إما غيره فلا ينبغي له إلا أن يخصّ النّبيّ عليه السّلام بالصّلاة عليه كما قال ابن عباس فجائز أن يحتجّ في ذلك بعموم قوله تعالى: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ (٦٥)

یعنی، حافظ ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ اِن آثار کی تہذیب اور اِن کو غیر تضاد و تدافع پر محمول کرنا یہ ہے کہ کہا جائے کہ نبی ﷺ کے لئے جائز ہے کہ آپ جس پر چاہیں "صلاۃ" بھیجیں، اور آپ ﷺ کے غیر لئے مناسب نہیں مگر یہ کہ وہ نبی علیہ الصّلاۃ و السّلام کو "صلاۃ" کے ساتھ خاص کرے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پس جائز ہے کہ اِس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے" کے عموم سے دلیل پکڑی جائے۔

٦٤- عمدة القارى، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام و دعائه لصاحب الصدقة، برقم:١٤٩٧، ٥٥٦/٦

٦٥- النور: ٦٣/٢٤، الإستذكار، كتاب قصر الصّلاة في السّفر، باب ما جاء في الصّلاة على النّبيّ ﷺ، برقم:٣٦٨، ٣٢٤/٢

امام محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی لکھتے ہیں کہ

و أجاب الأولون بأن الصّلاة من الله و رسوله ﷺ هي بمعنى الدّعاء و الرّحمة و هي منّا بمعنى التّعظيم، فتجوز من الله و رسوله و لا يجوز منّا أن نعظم غير الأنبياء بما عظم به الأنبياء عليه الصّلاة و السّلام (٦٦)

یعنی، جواز کا استدلال کرنے والوں کو مقالہ اُولیٰ والوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے ''صلاۃ'' دعا اور رحمت کے معنی میں ہے پس اللہ و رسول کی طرف سے جائز ہے اور یہی ''صلاۃ'' ہماری طرف سے تعظیم کے معنی میں ہے اور ہماری جانب سے یہ جائز نہیں کہ ہم اُس کے ساتھ غیر انبیاء کی تعظیم کریں کہ جس کے ساتھ انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کی تعظیم کی گئی ہے۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم قرطبی متوفی ۶۵۶ھ (٦٧) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (٦٨) لکھتے ہیں کہ دوسرے فریق نے (کہ غیر انبیاء پر استقلالاً ''صلاۃ'' کے عدم جواز کا قائل ہے اُن کے مُستدلّات کا) ردّ کرتے ہوئے کہا کہ

بأن هذا صدر من الله و رسوله، و لهما أن يقولا ما أراد بخلاف غيرهما الذى هو محكوم عليه

یعنی، یہ (جو قرآن و حدیث میں غیر انبیاء پر ''صلاۃ'' مذکور ہے وہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے صادر ہوتی ہے اُن کے لئے جائز ہے کہ وہ جو ارادہ فرمائیں کہیں برخلاف اُن کے غیر کے جو محکوم علیہ ہے۔

٦٦۔ إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النبيّ ﷺ بعد التّشهد برقم: ٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

٦٧۔ المفهم، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبيّ ﷺ، برقم: ٣٢٠، ٤٢/٢

٦٨۔ شرح صحيح مسلم للهروى، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة على النبيّ ﷺ الخ، برقم: ٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

اور امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

و حجّته علیهم فی هذا أن ما کان من اللّٰه تعالیٰ و النّبیّ ﷺ فی هذا فبخلاف ما کان من غیرهما، و لأنه منهما مجری الدّعاء و الرّحمة و الموابهة، و لیس فیهما معنی التّعظیم و التّوقیر الذی یکون منّا، و إذا کان مِن غیرهما جاء التّسویة منه بینهم و بین النّبیّ ﷺ (٦٩)

یعنی، اُن (مطلقاً جواز کے قائلین اور قرآن وحدیث سے اِس پر دلائل لانے والوں) کے خلاف اِس میں حُجت یہ ہے کہ تحقیق جو اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے (غیر انبیاء علیہم پر "صلاۃ" وارد) ہے پس وہ اُس کے برخلاف ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی طرف سے "صلاۃ" دُعا، رحمت اور مواجہہ کے مقام میں ہے اور اُن دونوں کی طرف سے "صلاۃ" میں اس تعظیم و توقیر کا معنی نہیں ہے جو ہماری طرف سے (صلاۃ میں) ہے، "صلاۃ" جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے غیر کی طرف سے ہو گی تو اس (غیر) کی طرف سے غیر انبیاء اور نبی ﷺ کے مابین برابری ہو گی۔

حکم

انبیاء و ملائکہ علیہم الصّلاۃ والسّلام کے غیر کے لئے "صلاۃ و سلام" کے بالاستقلال [اس]تعمال کے حکم میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد باجوری شافعی لکھتے ہیں:

و أما الصّلاة استقلالاً فقیل بمنعها، و قیل بکراهتها، و قیل بأنها خلاف الأولی (٧٠)

- إکمال المعلم، کتاب الصلاة، باب الصلاة علی النّبیّ ﷺ بعد التشهد، برقم: ٧٠ (٤٠٨)، ٣٠٥/٢
- شرح جوهر التّوحید، رقم البیت: ٤، ص ٢٩، مطبوعة: مکتبة الغزالی، حماة

یعنی، مگر ''صلاۃ'' استقلالاً تو اُس کے منع کا کہا گیا اور اُس کی کراہت کا کہا گیا اور کہا گیا کہ یہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم اختلف المانعون هل هو من باب التّحريم أو كراهة التّنزيه أو خلاف الأولىٰ حكاه النّووی فی "الأذكار" (٧١)

یعنی، پھر منع کرنے والوں نے اختلاف کیا کہ کیا یہ بابِ تحریم سے ہے یا کراہت تنزیہ یا خلافِ اَولیٰ۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و اختلف هل تكره تحريماً أو تنزيها أو خلاف الأولىٰ؟ (٧٢)

یعنی، اور اختلاف کیا گیا کہ کیا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اَولیٰ۔

بعض نے لکھا کہ جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابو سعید خادمی حنفی نے لکھا کہ ''اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے''۔(۷۳) اور علامہ قوام الدین فارابی حنفی نے لکھا کہ ''ہم اصالۃً اِسے جائز قرار نہیں دیتے''۔(۷۴)

اور علامہ آلوسی بغدادی نے لکھا:

و مذهب الشّافعية: أنه خلاف الأولى (٧٥)

یعنی، شافعیہ کا مذہب ہے کہ خلافِ اَولیٰ ہے۔

امام حسن بن منصور اوزجندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و يكره أن يصلى على غير النّبیّ صلى الله عليه و آله أصحابه

٧١۔ الحديقة النّديّة شرح الطريقة المحمّدية، ٩/١

٧٢۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ١٠/٥١٨

٧٣۔ بريقة محمودية فی شرح طريقة محمديّة، ٩/١

٧٤۔ التبيين، ١/١٢٥

٧٥۔ تفسير روح المعانی، ٢١-٢٢/٣٥٥

وحده فيقول اللهم صلّ على فلان و لو جمع فى الصلاة بين النّبىّ صلّى الله عليه و آله أصحابه و بين غيره فيقول اللّهم صل على محمدٍ و على آله و أصحابه جاز كذا فى فتاوىٰ قاضيخان (٧٦)

یعنی، مکروہ ہے کہ نبی ﷺ کے غیر آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر انفراداً ''صلاۃ'' بھیجی جائے، پس کہا جائے ''اللهم صلّ على فلان'' اور اگر صلاۃ میں نبی ﷺ اور آپ کی آل واصحاب کے مابین جمع کرے تو جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔

اور اکثر نے لکھا کہ مکروہ ہے جیسا کہ علامہ مصلح الدین رومی حنفی نے ''حاشیہ ابن التجید'' میں، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے ''تفسیر مظہری'' میں اور قاضی بیضاوی نے ''تفسیر بیضاوی'' میں لکھا ہے جیسے اُن کی عبارات کے ضمن میں گزرا۔ اور شیخ ابراہیم باجوری شافعی نے لکھا کہ اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ (٧٧)

اور بعض نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی نہ کہ تنزیہی کو، وہ اِس طرح کہ احناف میں سے بعض نے لکھا کہ غیر انبیاء وملائکہ پر استقلالاً ''صلاۃ'' کہنے والا گنہگار ہوگا، چنانچہ علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: ''تنویر الابصار'' کی عبارت میں کراہت تحریمی، تنزیہی اور خلافِ اَولیٰ ہونے کا احتمال ہے:

لكن ذكر البيرى من الحنفية: مَن صلى غيرهم أثم و كره، وهو الصّحيح (٧٨)

یعنی، لیکن حنفیہ میں سے علامہ بیری نے ذکر کیا کہ جس نے اُن کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی تو وہ گنہگار ہوا اور مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں کہ امام نووی نے

٧٦۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرّابع، ٣١٥/٥

٧٧۔ شرح جوهر التوحيد، رقم البيت: ٤، ص ٢٩

٧٨۔ روح المعانى، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية: ٥٦، ٢١-٢٢/٣٥٥

کراہت تنزیہی کو صحیح قرار دیا:

لكن في خطبة "شرح الأشباه" للبيري: من صلّى على غيرهم أثم و كره، و هو الصّحيح (۷۹)

یعنی، لیکن ''شرح الاشباہ'' للبیری کے خطبہ میں ہے کہ جس نے اُن (یعنی انبیاء و ملائکہ) کے غیر پر ''صلاۃ'' کہی وہ گُنہگار ہوا اور (ایسا کرنا) مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور گنہگار ہونا کراہت تحریمی میں لازم آتا ہے نہ کہ تنزیہی میں لہٰذا علامہ بیری نے اُسے مکروہ تحریمی قرار دے کر مرتکب کے گنہگار ہونے کا قول کیا۔

اسی طرح فقہاءِ کرام کی عبارات جن میں ہے کہ یہ روافض کا شعار ہے بعض نے لکھا اہل بدعت کا شعار ہے اور اُن کے شعار سے مشابہت ممنوع اور اجتناب واجب ہے، اگرچہ مشابہت کو قیود کے ساتھ مقید کر کے ترک کو واجب قرار دیا مگر اُن کا ترک کو واجب کہنا ارتکاب کے مکروہ تحریمی ہونے کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور اکثر نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے چنانچہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و اختلفوا في الكراهية هل هي تحريمية أو تنزيهية و الصّحيح الثّاني (۸۰)

یعنی، اور کراہیت میں اختلاف ہے کہ کیا یہ تحریمی ہے یا تنزیہی اور صحیح ہے کہ دوسری (یعنی تنزیہی) ہے۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ثم قال: و الصحيح الذي عليه الأكثرون أنه مكروه كراهة تنزيه (۸۱)

۷۹۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۵۱۸/۱۰

۸۰۔ حاشية الشّهاب على تفسير البيضاوي، سورة (۳۳) الأحزاب، الآية:۵۶، ۵۱۰/۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷م

۸۱۔ الحديقة النّدية شرح الطريقة المحمديّة، ۹/۱

یعنی، پھر امام نووی نے فرمایا کہ صحیح وہ کہ جس پر اکثر علماء ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی کے ساتھ مکروہ ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و صحّح النّووی فی "الأذکار" الثانی (۸۲)

یعنی، اور امام نووی نے ''الأذکار'' میں دوسری (یعنی تنزیہی) کو صحیح قرار دیا۔

انبیاء وملائکہ کے غیر پر ''سلام''

وہ سلام جو زندوں اور مُردوں سب کو عام ہے جس سے زندوں سے ملاقات کے وقت تحیۃ کا ارادہ کیا جاتا ہے اور اُن سے جواب کی توقع رکھی جاتی ہے چاہے وہ زندہ سامنے ہو یا نہ ہو اور اُس کو پیغام یا خط کے ذریعہ لکھ کر سلام بھیجا جائے یا زیارتِ قبور کے وقت قبر والے کو بطور تحیۃ سلام کہا جاتا ہے، سلام کی اِس قسم کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ سلام ہمارا موضوع بحث نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه: السّلام الذی يعمّ الحیّ والميّت هو الذی يقصد به التحيّة كالسّلام عند تلاقٍ، أو زيارة قبرٍ وهو مُستدعٍ للردّ فی الغائب (۸۳)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے تو اُس کا خلاصہ مع اِضافہ کے لکھتا ہوں کہ سلام دو طرح کا ہوتا ہے، ایک سلام تحیۃ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے زندہ کو پیش کرے یا قبر والے کو، اگر زندہ کو پیش کرتے تو اُس کا جواب واجب ہے۔

اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے (یعنی ایک کا جواب سب کو کافی ہوگا) اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا یا کسی کے ذریعے سلام بھیجا یا خط میں سلام لکھا تو اُس پر سلام واجب ہے جس کو سلام کیا یا کہلایا ہے یا لکھا ہے، تو اِس (سلام) کے جواز میں کسی کا کوئی اختلاف

۸۲۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الخنثی، مسائل شتی، ۵۱۸/۱۰

۸۳۔ روح المعانی، سورة الأحزاب الآية: ۵۶، ۲۱، ۳۵۷/۲۲

نہیں۔ چنانچہ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

أما السّلام للتحيّة للأحياء فلا كلام فيه (٨٤)

یعنی، مگر جو سلام زندوں کی تحیۃ کے لئے تو اُس (کے جواز) میں کوئی کلام نہیں ہے۔

اور امام یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ (٨٥) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ (٨٦) لکھتے ہیں:

وأما الحاضر يخاطب به، فيقال: سلام عليك، أو سلام عليكم، أو السّلام عليك، أو عليكم، هذا مجمع عليه

یعنی، مگر حاضر تو اُسے سلام کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا سلام علیک، یا سلام علیکم یا السلام علیک یا علیکم اور یہ مجمع علیہ ہے۔

سلام کی دوسری قسم وہ سلام ہے جو تعظیم و تکریم کے طور پر کیا جاتا ہے یا اُس سے دُعا کا ارادہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندے پر نازل فرمائے۔ یہی وہ سلام ہے جو ہمارا موضوعِ بحث ہے اور جس کے بالاستقلال غیر نبی و مَلک کے لئے کہنے کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلام کی یہ دوسری قسم ''صلاۃ'' کے معنی میں ہے یا اُن میں فرق ہے اگر ''صلاۃ'' کی مانند ہو تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو ''صلاۃ'' کا ہے اور جو تفصیل ''صلاۃ'' کے لئے مذکور ہوئی وہی سلام کے لئے بھی ہے، جو حکم ''صلاۃ' کا بیان ہوا وہی ''سلام'' کا بھی ہوگا اور پھر ''سلام'' پر الگ سے تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہوگی۔

سلام اور صلاۃ میں مناسبت

چنانچہ سلام کی اِس دوسری قسم کے بارے میں جمہور علماء کا کہنا ہے کہ یہ ''سلام'' صلاۃ

٨٤۔ حاشية القونوی، سورة الأحزاب، الآية:٥٦، ٤١٧/١٥، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٢ھ۔٢٠٠١م

٨٥۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ باب الصّلاة على غير الأنبياء، ص ١٥٤

٨٦۔ المواهب اللدنية، المقصد السّابع، الفصل الثّانی ٥٢٦/٢

کی مانند ہے، جیسا کہ امام ابوذکریا یحی بن شرف نووی شافعی (۸۷) اور اُن سے امام احمد بن محمد قسطلانی شافعی (۸۸) لکھتے ہیں:

وقال أبو محمد الجوينی من أصحابنا: السّلام بمعنى الصّلاة

یعنی ہمارے اصحاب (شوافع) میں سے امام ابومحمد جوینی نے فرمایا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی لکھتے ہیں:

وأمّا السلام فنقل اللقانی فی "شرح جوهرة التّوحيد" عن الإمام الجوينی: أنه فی معنى الصّلاة (۸۹)

یعنی، مگر سلام تو اللقانی نے ''شرح جوہرۃ التوحید'' میں امام جوینی سے نقل کیا کہ ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے۔

اگر ''سلام'' صلاۃ کے معنی میں ہے تو سلام سے منع کی علّت بھی وہی ہوگی جو ''صلاۃ'' سے منع کی ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ

و الظاهر: أن علّة منع السّلام ما قاله النّووی فی علّة منع الصلاة (۹۰)

یعنی، اور ظاہر ہے کہ تحقیق (بالاستقلال غیر نبی و فرشتہ کے لئے) ''سلام'' کہنے سے روکنے کی علّت وہی ہے جو امام نووی نے ''صلاۃ'' سے روکنے کی علّت میں فرمایا۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ ''تفسیر بیضاوی'' پر اپنے حواشی میں (۹۱) اور ''شفا شریف'' کی شرح (۹۲) میں اور علامہ ابوسعید خادمی حنفی نے علامہ

۸۷۔ كتاب الأذكار كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ ص ۱۵٤

۸۸۔ المواهب اللدنية، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ۲/۵۲٦

۸۹۔ ردّ المحتار على الدّرّالمختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۱۰/۵۱۸

۹۰۔ رد المحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ۱۰/۵۱۸

۹۱۔ حاشية الشّهاب على تفسير بيضاوى، سورة الأحزاب الآية ۵٦، ۷/۵۱۰

۹۲۔ نسيم الرياض، القسم الثانی، الباب الرابع، فصل فی الاختلاف الخ ۹٦، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۱

برکلی کی کتاب ''طریقہ محمدیہ'' کی شرح (۹۳) میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور ابن القیم نے ''جلاء الأفہام'' میں ان دونوں میں فرق بیان کیا ہے، اگرچہ دورِ حاضر کے چند علماء نے اس بنا پر فرق کیا ہے لیکن اکثر علماء محدّثین وفقہاء ''سلام'' کی دوسری قسم اور ''صلاۃ'' میں فرق کے قائل نہیں ہیں اور انہوں نے امام جوینی کے قول کو ہی لیا ہے اور ہم بھی اسے ہی لیں گے جو اکثریت نے کہا اور اُن میں بڑے بڑے محدّثین اور فقہاء کرام شامل ہیں جیسے امام نووی، قسطلانی، نابلسی، خادمی، حلبی، خفاجی، ہروی، وشتانی، آلوسی اور شامی وغیرہم۔

لہٰذا اِس ''سلام'' کا بھی وہی حکم ہوگا جو کہ ''صلاۃ'' کا ہے چنانچہ امام یحییٰ بن شرف نووی شافعی (۹۴) اور امام قسطلانی شافعی (۹۵) اور علامہ شامی حنفی امام جوینی (۹۶) سے نقل کرتے ہیں کہ:

فلا يستعمل فى الغائب ولايفرد به غير الأنبياء فلا يقال: عليّ عليه السّلام، وسواء فى هذا الأحياء والأموات

یعنی، پس غائب میں اِس کا استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی انفراداً غیر انبیاء کے لئے کہا جائے گا، لہٰذا نہیں کہا جائے گا کہ حضرت علی علیہ السلام اور اِس حکم میں زندہ اور اموات برابر ہیں۔

اور علامہ شامی کے استاد علامہ سید عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ولايفرد به غير الأنبياء فلا يقال: عليّ عليه السّلام والأحياء والأموات فيه سواء، غير أن الحاضر يخاطب به فيقال: عليك السّلام (۹۷)

۹۳۔ بريقة محمودية شرح طريقة محمّديّة، ۱/۹، مطبعة دارالاشاعت العربية

۹۴۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ ص ۱۵۴

۹۵۔ المواهب اللدنية المقصد السّابع الفصل الثّانى، ۲/۵۲۶

۹۶ ردّالمحتار على الدّرّالمختار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ۱۰/۵۱۸

۹۷۔ الحديقة النّدية شرح الطّريقة المحمّديّة، ۱/۹

یعنی، انفراداً غیر انبیاء پر سلام نہیں کہا جائے گا پس نہیں کہا جائے گا حضرت علی علیہ السّلام، زندہ اور قبروں والے اِس میں برابر ہیں سوائے حاضر کے کہ اُسے اِس کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا، اُسے کہا جائے گا علیک السلام۔

اور علامہ ابو سعید خادمی حنفی لکھتے ہیں:

ثم السّلام کالصّلاة لا یفرد به غیر الأنبیاء (۹۸)

یعنی، پھر ''سلام'' مثل ''صلاۃ'' کے ہے، انفراداً غیر انبیاء کے لئے نہیں کہا جائے گا۔

اور علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

و کذلك "علیه السلام" لم یعهد فی لسان الشّرع إلا تبعاً فلا یقال: فلان علیه السّلام قالواجب الاتباع واجتناب الابتداع (۹۹)

یعنی، اسی طرح ''علیہ السلام'' ہے لسانِ شرع میں معہود نہیں ہے مگر تبعاً پس نہیں کہا جائے گا فلاں علیہ السلام، لہٰذا اِس کی اتباع واجب ہے اور بدعت سے اجتناب لازم ہے۔

اور قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی لکھتے ہیں:

وقد قیل: إن السّلام مثل الصّلاة مخصوصٌ بالانبیاء أیضاً فلا یقال فی غیرهم: علیه السّلام کما صرّح به الفقهاء (۱۰۰)

یعنی، اور کہا گیا ہے کہ تحقیق ''سلام'' بھی مثل ''صلاۃ'' کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے پس انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لئے ''علیہ السلام'' نہیں کہا جائے جیسا کہ فقہاء کرام نے اِس کی تصریح کی ہے۔

۹۸۔ بریقة محمودیة شرح طریقة محمدیة، ۱/۹

۹۹۔ حلبی کبیر، ص۳، مطبوعة: سهیل اکادمی، لاهور

۱۰۰۔ نسیم الریاض، القسم الثانی، فیما یجب علی الأنام، الباب الرابع فی حکم الصّلاة علیه والتسلیم، فصل فی الأختلاف الخ ۵/۹۶

اور علامہ شہاب نے علامہ بیضاوی کے قول کہ ''غیر نبی پر تبعاً صلاۃ جائز ہے'' کے تحت لکھا کہ:

و كذلك السّلام ايضاً فى غير السّلام تحية الأحياء (١٠١)

یعنی، اِسی طرح اُس سلام میں بھی جو سلام تحیۃ الاحیاء کا غیر ہے (یہی حکم ہے)۔

اور امام محمد بن خلیفہ وشتانی مالکی (١٠٢) اور اُن سے علامہ محمد امین بن عبداللہ ہروی شافعی (١٠٣) لکھتے ہیں:

و قال أبو محمد الجوينى: و كذلك السّلام هو خاص به ﷺ، فلا يقال أبو بكر عليه السّلام

یعنی، اور ابو محمد جوینی نے فرمایا کہ اور اِسی طرح سلام نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے پس نہیں کہا جائے گا ابو بکر علیہ السلام۔

اور علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

حقّق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه: وأمّا السّلام الذى يقصد به الدّعاء منّا بالتّسليم من الله تعالىٰ على المدعوّ له سواء كان بلفظ غيبة أو حضورٍ، فهذا هو الذى اختصّ به ﷺ عن الأمة فلا يسلّم على غيره إلا تبعاً كما أشار اليه التّقى السّبكى فى "شفا الغرام" وحينئذ فقد أشبه قولنا "عليه السّلام" قولنا "عليه الصّلاة" من حيث أن المراد عليه السّلام من الله ففيه إشعار بالتّعظيم الذى هو فى الصّلاة من حيث الطّلب لأن يكون

١٠١۔ حاشيه الشهاب، سورة الأحزاب الآية ٥٦، ٥١٠/٧

١٠٢۔ (إكمال إكمال المعلّم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النبىّ ﷺ بعد التّشهّد، برقم:٦٥۔ (٤٠٥)، ٢٨٨/٢

١٠٣۔ شرح صحيح مسلم للهروى، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصلاة الخ، برقم:٨٠١۔ (٣٦٧) (٢٩)، ١٣٨/٧

المسلِّم علیه الله تعالیٰ کما فی الصّلاة، وهذا النّوع من السّلام
هو الذی ادعی الحلیمی کون الصّلاة بمعناه (١٠٤)

یعنی، سلام کے مسئلہ میں بعض علماء نے تحقیق کی ہے کہ تو اُس تحقیق کا خلاصہ مع اضافہ کے لکھتا ہوں دوسرا اسلام یہ ہے کہ سلام سے دعا کا قصد کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنا سلام اُس بندہ پر نازل فرمائے کہ جس کے لئے دعا کی گئی (جیسے سلام الله علیه یااللهم سلّم علیه) چاہے اُس کے لئے غائب کا لفظ استعمال کرے یا حاضر کا، پس یہ سلام اُمت کی طرف سے آپ ﷺ (اور حضرت انبیاء وملائکہ) کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا (اُمتی) اُن کے غیر پر یہ سلام نہ کہے مگر تبعاً (مثلاً کہے حضرت محمد اور آپ کی آل واصحاب پر سلام ہو) جیسا کہ علامہ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب ''شفاء الغرام'' میں اِس کی صرف اشارہ کیا ہے تو اس وقت ہمارا ''علیہ السلام'' کہنا ہمارے ''علیہ الصّلاۃ'' کہنے کے زیادہ مشابہ ہے اُس حیثیت سے کہ مراد ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو پس اِسی میں طلب کے اعتبار سے دینی تعظیم ہے جو ''علیہ الصلاۃ'' میں ہے کہ اُن پر سلام نازل فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ صلاۃ میں، ''سلام'' کی یہی نوع ہے کہ جس کے بارے میں ''حلیمی'' نے ''صلاۃ'' کے اُس (یعنی سلام) کے معنی میں ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

مجوّزین کو تنبیہ

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جو نام کے ساتھ سلام ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے اس سے مقصود صاحبِ اسم کی تعظیم ہے، عُرفِ اہلِ

١٠٤۔ روح المعانی سورة الأحزاب، الآیة ٥٦،٢١۔٢٢/٣٥٧، مطبوعة داراحیاء التراث العربی، بیروت الطبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ۔ ١٩٩٩

اسلام نے اس سلام کو انبیاء وملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے، مثلاً حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، لہٰذا غیر نبی و مَلک کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' نہیں کہنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم (۱۰۵)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ معنی کے اعتبار سے غیر انبیاء وملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کا استعمال درست ہونے کی بنا پر جو لوگ انبیاء وملائکہ کے غیر کے لئے اِس کا استعمال جائز سمجھتے ہیں اُنہیں چاہئے کہ وہ اہلبیت کرام کی طرح دیگر صحابہ کرام کے لئے بھی اِس کا یکساں استعمال کریں، حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے اور لکھا ہے کہ ''علیہ السلام'' تعظیم وتکریم کے باب سے ہے لہٰذا شیخین کریمین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اِس کے زیادہ حقدار ہیں۔

چنانچہ علامہ عمادالدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی شافعی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

وقد غلب فی هذا عبارة کثیر من النّساخ للکتب أن یفرد علیّ رضی الله عنه بأن یقال: "علیه السّلام" من دون سائر الصّحابة، أو کرّم الله وجههٗ، وهذا وان کان معناه صحیحاً لکن ینبغی أن یسوّی بین الصّحابة فی ذلك، فإن هذا من باب التّعظیم والتّکریم فالشّیخان و أمیر المؤمنین عثمان أولیٰ بذلك منه رضی الله عنهم أجمعین (۱۰۶)

یعنی، بعض ناقلینِ کُتُب کی نقل کردہ عبارات میں یہ اکثر پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کرام کے سوا صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''کرّم اللہ وجہہ'' لکھا ہوتا ہے اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے مگر چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اطلاق میں برابری کی جائے پس یہ تعظیم، تکریم کے باب سے ہے۔ تو شیخین کریمین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اور امیر المؤمنین حضرت

۱۰۵۔ فتاویٰ أمجدیه، کتاب الحظر و الإباحة، ۴/۲۴۵

۱۰۶ تفسیر القرآن لابن کثیر، سورة الأحزاب، الآیة: ۵۶، فصل ۳/۶۸۵

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اِس اِطلاق کے زیادہ لائق ہیں۔

اور امام احمد بن محمد قسطلانی لکھتے ہیں:

قد جرت عادة لبعض النّسّاخ أن يفردوا علياً وفاطمة رضى الله عنهما بالسّلام، فيقولوا: عليه أو عليها السلام من دون سائر الصحابة فى ذلك، فإن هذا من باب التّعظيم والتكريم، والشّيخان أولىٰ بذلك منها، أشار إليه ابن كثير (١٠٧)

یعنی، بعض ناقلین کُتب کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوا صرف حضرت علی، فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ''علیہ یا علیہا السلام'' لکھتے ہیں، پس کہتے ہیں ''علیہ السلام، یا علیہا السلام اور یہ اپنے معنی کے اعتبار سے اگرچہ صحیح ہے لیکن چاہئے یہ کہ تمام صحابہ کرام کے مابین اِس اِطلاق میں برابری کی جائے، پس یہ اطلاق تعظیم وتکریم کے باب سے ہے اور اُن سے شیخین کریمین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) اِس اطلاق کے زیادہ لائق ہیں اِسی کی طرف ابن کثیر نے اشارہ کیا۔

یاد رہے کہ یہ اُن لوگوں کو تنبیہ ہے جو معنی کا اعتبار کرتے ہوئے ''علیہ السلام'' کا اطلاق غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے جائز قرار دیتے ہیں کہ اگر تم جائز سمجھتے ہو تو اہلبیت کرام کے لئے ہی کیوں، دیگر صحابہ کرام کے لئے کیوں نہیں ورنہ جمہور علماء غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ الصلاۃ والسلام'' یا ''علیہ السلام'' کا اطلاق درست قرار نہیں دیتے جیسا کہ بیان کیا جاچکا۔

سلام کا حکم

اور جمہور کے نزدیک ''سلام'' کا بھی وہی حکم ہے جو ''صلاۃ'' کا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا خلافِ اولیٰ کیونکہ جب علماء نے لکھا کہ ''سلام'' صلاۃ کی مثل ہے تو دونوں کے حکم میں مماثلت بھی ہوگی۔

١٠٧۔ المواهب اللدنية، المقصد السّابع، الفصل الثّانى، فى حكم الصّلاة عليه والتّسليم، ٥٢٦/٢ مطبعة دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٦هـ۔١٩٩٦م

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

لکن ذلك مکروہ، أو خلاف أولی، أو محرم (۱۰۸)

یعنی، وہ مکروہ ہے یا خلافِ اَولیٰ یا حرام۔

اور قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حنفی لکھتے ہیں:

و یکرہ فی غیر الأنبیاء لشخص معروف بحیث یصیر شعار و لا سیما إذا ترك فی حق مثله أو أفضل منه کما یفعله الرّافضة، کذا قال الحافظ ابن حجر (۱۰۹)

یعنی، اِس کا اطلاق غیر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی معروف شخص کے لئے مکروہ ہے اِس طرح کہ وہ شعار ہوگیا (یعنی اس کا استعمال انبیاء و ملائکہ کے لئے ہوتا ہے)، خصوصاً جب اِس اِطلاق کو اُن (حضرت علی رضی اللہ علیہ) کے مثل یا اُن سے افضل (یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما) کے حق میں ترک کر دیا جائے جیسا کہ رافضہ کرتے ہیں، حافظ ابن حجر نے اِسی طرح کہا ہے۔

جمہور کے نزدیک راجح یہی ہوگا کہ مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ ''صلاۃ'' کا یہی حکم ہے۔

علامہ سلیمان بن عمر شافعی لکھتے ہیں:

و یکرھان علی غیر الرُّسل و الملائکة إلاّ تبعاً لأنه صار فی العُرف شعاراً لذکر الرّسل ﷺ، و لذلك کرہ أن یقال: محمد عزّ وجلّ و إن کان عزیزاً جلیلاً اھ۔ کرخی (۱۱۰)

یعنی، ''صلاۃ'' اور ''سلام'' دونوں غیر رُسل و ملائکہ کے لئے کہنا مکروہ

۱۰۸۔ شرح العلاّمة الزّرقانی علی المواھب، المقصد السّابع، الفصل الثّانی، ۲۳٤/۹، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱٤۱۷ھ۔ ۱۹۹٦م

۱۰۹۔ تفیسر المظھری، سورۃ التوبة، الآیة:۱۰۳، ۲٦۹/٤

۱۱۰۔ الفتوحات الإلٰھیة، سورۃ (۳۳) الأحزاب، الآیة:٥٦، ۲۰۳/٦، مطبوعة: دار الفکر، بیروت، ۱٤۲۳ھ۔ ۲۰۰۳م

ہے مگر تبعاً (یعنی تبعاً مکروہ نہیں ہیں) کیونکہ یہ دونوں عُرف میں رسولوں کے ذکر کے لئے شعار ہو گئے، اسی وجہ سے مکروہ ہے کہ کہا جائے محمد عزّ وجلّ اگرچہ حضور عزیز اور جلیل ہیں۔

علامہ محمد طاہر ابن عاشور لکھتے ہیں:

و لم يقصدوا بذلك تحريماً، و لكنه اصطلاح و تمييز لمراتب رجال الدّين، كما قصروا الرِضَى على الأصحاب و أيمة الدّين، و قصروا كلمات الإجلال نحو: تبارك و تعالىٰ، و جلّ جلاله، على الخالق دون الأنبياء و الرّسل (١١١)

یعنی، انہوں نے اِس سے حرام ہونے کا قصد نہیں کیا مگر یہ ایک اصطلاح ہے اور رِجالِ دین کے مراتب کو ممتاز کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ انہوں نے ''رضی اللہ عنہ'' کا صحابہ اور ائمہ دین کے لئے مقصود کر دیا، اور (یونہی) تعظیم کے کلمات جیسے ''تبارک وتعالیٰ''، ''جل جلالہ'' خالق تعالیٰ کے لئے مقصود کر دیئے نہ کہ انبیاء اور رسولوں کے لئے۔

لہٰذا انفراداً غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے ''علیہ السلام'' کہنے کا وہی حکم ہو گا جو ''صلاۃ'' کا حکم ہے اور ''صلاۃ'' کے لئے فقہاء کرام نے لکھا تھا کہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اہلِ بدعت کا اختراع

صلاۃ یا سلام کا غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے استعمال اہل بدعت یعنی روافض کی اختراع ہے اور وہ اپنے اعتقاد کے مطابق اپن ائمہ کو نبی ﷺ کے برابر سمجھتے ہیں، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے لکھا اور اُن سے علامہ آلوسی بغدادی حنفی نے نقل کیا کہ:

أيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً فى الصّدر الأوّل كما قال أبو عمران، و إنما أحدثته الرّافضة و المتشيّعة فى بعض الأئمّة

١١١- تفسير ابن عاشور، سورة (٣٣) الأحزاب، الآية:٩٦، ٣٢٥/٢١

فشارکوهم عند الذّكرلهم بالصّلاة و ساوَؤهم بالنّبیّ ﷺ فی ذلك (۱۱۲)

یعنی، نیز یہ وہ امر ہے جو صدرِ اول میں معروف نہ تھا جیسا کہ ابو عمران نے فرمایا اور اِس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیّعہ نے بعض أئمہ (اہلِ بیت) کے لئے کی ہے پس انہوں نے اُن کے ذکر کے وقت انہیں ''صلاۃ'' میں شریک کرلیا اور انہوں نے انہیں نبی ﷺ کے برابر کرلیا۔

اور حافظ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (۱۱۳) اور اُن سے علامہ محمد امین ہروی شافعی (۱۱٤) لکھتے ہیں:

أن أهل البدع قد اتخذوا ذلك شعارًا فی الدّعاء لأئمّتهم و أمرائهم، و لا يجوز التّشبّه بأهل البدع

یعنی، اہلِ بدعت نے اِسے اپنے ائمہ اور اُمراء کے لئے شعار بنالیا اور اہلِ بدعت سے مشابہت جائز نہیں ہے۔

اور علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

فإنهم يصلّون و يسلّمون على أهل البيت (۱۱۵)

یعنی، پس روافض اہلِ بیت پر (اِصالۃً) درود وسلام بھیجتے ہیں۔

اور امام فخر الدین رازی شافعی لکھتے ہیں:

و الشّيعة يذكرونه فی عليٍّ و أولاده الخ (۱۱٦)

۱۱۲۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثّانى، الباب الرّابع فى حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، فصل فى اختلاف فى الصّلاة على غير النّبیّ ﷺ الخ، ص۲۸۷

۱۱۳۔ المُفهم، كتاب الصلاة، باب الصّلاة على النّبیّ ﷺ، برقم: ۷۳۲، ۲/۴۲

۱۱٤۔ شرح صحيح مسلم للهروى، كتاب الصلاة، باب بيان كيفية الصّلاة على النّبیّ ﷺ برقم: ۸۰۱۔ (۳٦۷) (۲۹)، ۷/۱۳۸

۱۱۵۔ النّبراس شرح شرح العقائد، ص۱۱

۱۱٦۔ التفسير الكبير، سورة التوبة، الآية: ۱۰۳، ٦/۱٦/۱۳٦

یعنی، اور شیعہ ''صلاۃ'' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے
لئے ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بدعت کا شعار

بلکہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ غیر نبی و فرشتہ کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا بدمذہبوں کا شعار ہے چنانچہ علامہ مصلح الدین بن ابراہیم رومی حنفی اور علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں کہ

لأنه شعار أهل البدع (۱۱۷)

یعنی، کیونکہ وہ اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

أن ذلك شعار أهل البدع، و لأن ذلك مخصوص فی لسان السّلف بالأنبياء عليهم الصّلاة و السّلام (۱۱۸)

یعنی، بے شک وہ یعنی غیر انبیاء کے لئے ''صلاۃ'' اور ''سلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے، اور اس لئے کہ ''صلاۃ'' اور ''سلام'' اسلاف کے ہاں انبیاء علیہم الصّلاۃ والسّلام کے ساتھ خاص ہے۔

اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

لأن إفراد علیّ و فاطمة بذلك صار من شعار أهل البدع (۱۱۹)

یعنی، کیونکہ صرف حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ''علیہ السلام'' یا ''علیہا السلام'' کہنا اہلِ بدعت کا شِعار ہے۔

غیر نبی و مَلک کے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کا استعمال جب تک اہلِ بدعت کا شعار نہ بنا تھا علماء اسلام نے اِس کی شدید مخالفت نہ کی تھی اور جب یہ شعار ہو گیا تو علماءِ دین نے اس سے منع کرنا شروع کر دیا جیسا کہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ نے اِسی کی طرف

۱۱۷۔ حاشية ابن التمجيد، سورة الأحزاب، الآية:۵۶، ۱۵/۵۱۶ (الحديقة الندية، ۱/۹

۱۱۸۔ ردّ المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ۱۰/۵۱۸

۱۱۹۔ شرح العلامة الزرقانی، المقصد الثّانی فی حكم الصّلاة عليه و التّسليم الخ، ۹/۲۳۴

اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

متعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہلبیت رسول از ذریت و ازواج مطہرہ و در کُتُب قدیمہ از مشائخ اہلسنّت و جماعت کتابت آں یافتہ مے شود و در متأخرین ترک آں متعارف شدہ (۱۲۰)

یعنی، متقدمین میں اہلبیتِ رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہلسنّت کی پُرانی کُتُب میں اِس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متأخرین میں اِس کا ترک متعارف ہے۔

متقدمین میں بھی اس وقت جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ بنا تھا اور وہ بھی بلا تخصیص، جب یہ شیعہ کا شعار ہو گیا تو متأخرین نے بھی ترک کر دیا اب وہی عمل ہو گا جو متأخرین میں ہو۔ (۱۲۱)

اور ہمیں اُن کے شعار سے منع کیا گیا ہے چنانچہ علامہ عبد الغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

قد نهينا عن شعارهم (۱۲۲)

یعنی، ہمیں اُن کے شِعار سے رُوکا گیا ہے۔

اور اسی شِعار کی وجہ سے فقہاء کرام نے غیر نبی و مَلَک کے لئے ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کے ذکر سے منع کیا ہے، چنانچہ حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و إن صلى على غيره على سبيل التبع كقوله: صلى الله على النبيّ و آله، فلا كلام فيه و أما إذا أفرد غيره من أهل البيت بالصّلاة فمكروه وهو من شعار الرّافض (۱۲۳)

یعنی، اور اگر کسی نے حضور ﷺ کے غیر پر تبعاً ''صلاۃ'' کہی جیسے کہا ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ آلِهٖ'' تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ہاں حضور ﷺ کے اہلِ بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ

۱۲۰۔ أشعة اللمعات شرح مشكاة، ۱/۴۲۴

۱۲۱۔ غیر انبیاء وملائکہ کے لئے علیہ السلام، للأویسی، ص ۱۷

۱۲۲۔ الحديقة النديّة شرح الطّريقة المحمّديّة، ۱/۹

۱۲۳۔ مدارك التنزيل، سورة الأحزاب، ۲/۳/۳۱۲

ہو گی کیونکہ یہ شعارِ روافض ہے۔

اہلِ بدعت سے مشابہت

اور اہلِ بدعت روافض کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے، چنانچہ امام ابو الفضل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

فإن التّشبّه بأهل البدع منهى عنه (١٢٤)

یعنی، اہلِ بدعت سے تشبّہ ممنوع ہے۔

اور اہلِ بدعت سے مراد بدمذہب ہیں چنانچہ علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

و المراد بهم أصحاب المذاهب الباطلة (١٢٥)

یعنی، اور ان سے مراد اصحابِ مذاہبِ باطلہ ہیں۔

بدمذہبوں کی مخالفت

جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بنا پر ہو اس کام میں بدمذہبوں کی مخالفت ضروری ہے چنانچہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ

فتجب مخالفتهم فيما التنزموه من ذلك (١٢٦)

یعنی، اہلِ بدعت (بدمذہب) جس اُمر کا التزام کریں اُس میں اُن کی مخالفت واجب ہے۔

اِس کے تحت ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ

یعنی، اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے مخالفت واجب ہے۔(١٢٧)

١٢٤۔ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، القسم الثانى، الباب الرّابع، فصل فى الإختلاف الخ، ص٢٨٧

١٢٥۔ نسيم الرياض، القسم الثّانى، الباب الرّابع، ٥/٩٤

١٢٦۔ الشفاء بتعريف حقوق سيدنا المصطفى، القسم الثّانى، الباب الرابع، فصل فى الاختلاف الخ، ص٢٨٧

١٢٧۔ شرح الشفاء، القسم الثّانى، الباب الرابع، فصل فى الاختلاف الخ،١٤٩/٢

اور علامہ سید محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

لا يخفى أن كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، أيضاً لا مطلقاً بل في المذموم و فيما قصد به التشبّه بهم فلا تغفل (١٢٨)

یعنی، مخفی نہیں ہے کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مسلّم ہے نیز مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ مشابہت کا قصد کیا جائے، پس تو غافل نہ ہونا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

أقول: و كراهة التّشبّه بأهل البدع مقرر عندنا، لكن لا مطلقاً بل في المذموم، و فيما قصد به التّشبّه بهم كما قدّمه الشارح في مفسدات الصّلاة (١٢٩)

یعنی، میں کہتا ہوں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ تشبّہ کی کراہت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ مذموم اُمور میں اور اُن میں کہ جن میں اُن کے ساتھ تشبّہ کا قصد کیا جائے جیسا کہ شارح (علامہ حصکفی) نے پہلے مفسداتِ نماز کے بیان میں ذکر کیا۔

اور ''شرح فقہ اکبر'' میں ہے:

و في "الخلاصة" أيضاً أن في "الأجناس" عن أبي حنيفة لا يصلّى على غير الأنبياء و الملائكة و من صلّى على غيرها لا على وجه التبعية فهو غالٍ من الشّيعة التي نسمّيها الرّوافض (١٣٠)

یعنی، ''خلاصہ'' میں ''اجناس'' سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء وملائکہ کے سوا کسی پر ''صلاۃ'' نہیں کہی جاتی اور جو اُن کے غیر پر

١٢٨۔ روح المعاني، سورة الأحزاب، الآية: ٥٦، ٢١۔٢٢/٣٥٩

١٢٩۔ رد المحتار على الدر المختار، كتاب الخنثى، مسائل شتى، ١٠/٥١٩

١٣٠۔ بحواله شرح فقه اكبر، ص ٢٠٤

بالاستقلال وہ لوگ ''صلاۃ'' کہتے ہیں وہ غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں۔(۱۳۱)

آخری بات

غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے انفراداً ''صلاۃ'' یا ''سلام'' کہنا علماء کرام نے مکروہ تنزیہی لکھا ہے مگر جب اُن کی اس بات کو دیکھا جائے کہ یہ اہلِ بدعت کا شعار ہے اس لئے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی اور ملا علی قاری حنفی وغیرہما نے لکھا تو اس سے اجتناب مؤکّد ہو جاتا ہے اگر فقہاء کرام میں سے اگر کسی نے ایسا کیا ہو تو اُن کے استعمال میں اہلِ بدعت تشبّہ سے مقصود نہیں ہوتا، نہ ہی اُن سے اِس کا گمان کیا جا سکتا ہے مگر اُن کے اِس فعل سے عوام الناس کو اِس کی ترغیب ملتی ہے۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ عوام میں اس کی ترغیب کو روکنے کے لئے حُسن تدبیر سے کام لیں۔

اور پھر فقہاء کرام کا یہ قول کہ اہلِ بدعت کے ساتھ مشابہت ممنوع ہے اُن کے شعار میں اُن کی مخالفت واجب ہے، اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس فعل سے اشد اجتناب کیا جائے، مگر ہم وہی بات کہیں جو ہمارے اسلاف کے اقوال سے بالاتفاق مستفاد ہوتی ہے کہ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے بالاستقلال نہ ''صلاۃ'' کہنی چاہئے اور نہ ہی ''سلام''۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۳۱۔ غیر انبیاء و ملائکہ کے لئے علیہ السلام للأویسی، ص ۱۸

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے خاص ہے یا دیگر محدّثین کرام، ائمہ مجتہدین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے بھی کہا اور لکھا جاسکتا ہے کیا کسی محدث یا فقیہ نے کسی غیر صحابی کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: تابعین یا بعد کے علماء دین کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' کہا جائے تو بھی جائز ہے ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں، صحابہ کرام کے غیر تابعین عظام، علماء وصلحاءِ اُمت کے لئے بھی کہا جاسکتا ہے چنانچہ مفتی جلال الدین امجدی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن کریم سے تائید

قرآن کریم سے بھی اِس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے، پارہ تیس ''سورۃ البینۃ'' میں ہے:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنھُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۱)

''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے ربّ سے ڈریں''۔

جیسا کہ ''تفسیر مدراک'' میں ہے ﴿ذٰلِکَ﴾ أی الرضا ﴿لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ﴾ (۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ رضا یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے دل میں

۱۔ البینۃ: ۹۸/۸

۲۔ تفسیر النسفی، سورۃ البیّنۃ، ۲/۴/۳۷۱

ربّ کی خشیت ہو۔

اور ربّ کی خشیت علماء ہی کا خاصہ ہے، جیسا کہ امام فخر الدین رازی آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّه﴾ کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''هذه الآية إذا ضمّ إليها آية أخرىٰ صارالمجموع دليلاً على فضل العلم والعلماء، وذٰلك لأنه تعالىٰ قال: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٣) فدلّت هذه الآية على أن العالم يكون صاحب الخشية'' (٤)

یعنی، اس آیت کریمہ کو دوسری آیت سے ملانے پر علم اور علماء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف اُس کے بندے علماء ہی کو خشیت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

تو اِس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ خشیت الٰہی علماء کا خاصہ ہے۔

اور ''تفسیر روح البیان'' میں اس آیت کریمہ ﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّه﴾ کے تحت ہے:

''ذلك الخشية التى هى من خصائص العلماء بشؤون الله تعالىٰ مناط لجميع الكمالات العلمية والعلمية المستتبعة للسعادات الدينية والدنيوية قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (٥)

یعنی، خشیت الٰہی جو اللہ تعالیٰ کے امور و احوال جاننے والوں کو خاصہ ہے، اِسی پر تمام کمالاتِ علمیہ وعملیہ کا دار و مدار ہے کہ جن سے دینی اور دنیوی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔

خاصہ یہ ہوا کہ ''رضی الله عنهم'' و ''رضوا عنه'' اس کے لئے ہے جسے خشیتِ الٰہی

٣۔ فاطر: ٢٨/٣٥

٤۔ التفسير الكبير للرّازی، سورة البيّنة، الآية: ٨، ٢٥٢/٣٢/١١

٥۔ فاطر: ٢٨/٣٥، تفسير روح البيان، سورة (٩٨) البيّنة، الآية: ٨، ٥٨٩/١٠

ہو اور خشیتِ الٰہی خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ ''رضی اللہ عنہم'' و ''رضوا عنہ'' خدائے تعالیٰ کے اُمور و احوال جاننے والوں کے لئے ہے، یعنی جلیل القدر علماء و مشائخ کے لئے (٦) نہ کہ بے عمل علماء کے لئے کہ جب وہ بے عمل ہیں تو ان کو خشیتِ الٰہی حاصل نہیں ہے اور جب خشیتِ الٰہی نہیں ہے تو وہ صرف نام کے عالم ہیں حقیقت میں عالم نہیں ہیں۔

اور ''تفسیر خازن'' (٧) و ''تفسیر معالم التنزیل'' (٨) میں ہے:

''قال الشعبی: إنما العَالِمُ مَن خَشِیَ اللّٰہ عزّ و جلّ''

یعنی، امام شعبی نے فرمایا کہ عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزّ و جلّ کی خشیت حاصل ہو۔

اور اِسی میں ہے:

''قال الرّبیعُ بن أنسٍ: مَنْ لَم یَخشَ اللّٰہَ فَلَیسَ بِعَالِمٍ'' (٩)

یعنی، امام ربیع بن انس نے فرمایا کہ جسے خشیتِ الٰہی حاصل نہ وہ عالم نہیں۔

٦۔ اس لئے جلیل القدر علماء و مشائخ کے علاوہ دوسروں کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہنے سے اجتناب برتنا چاہیے اور خصوصاً ایسے لوگوں کے لئے ہرگز ہرگز اس کا استعمال ممنوع اور اشد ممنوع حرام ہوگا کہ جو بدمذہب و بدعقیدہ تھے اور اُن کی بدعقیدگی حدِ کفر کو پہنچی ہوئی تھی اور علماء عرب و عجم نے اُن کی عبارات کے کفریہ ہونے پر اتفاق کیا تھا، ایسے لوگ اگر اُن کی بدعقیدگی پر مطلع ہو کر اُن کے لئے ''ترضی'' یا ''ترحم'' کے کلمات کہیں گے تو کہنے والوں کا اپنا ایمان چلا جائے گا پھر اگر وہ شادی شدہ ہیں تو نکاح بھی اور اگر کسی جامع شرائط سے بیعت ہوں گی تو بیعت بھی اور اُن پر توبہ کے بعد تجدید ایمان نئے مہر کے ساتھ تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہوں گے، میں نے یہ اس لئے لکھا کہ ابھی یہ تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ''دارالافتاء'' میں میرے پاس پنجاب سے ایک استفتاء آیا جس میں اس طرح کے کلمات مذکور تھے۔

٧۔ تفسیر خازن، سورۃ فاطر، الآیۃ: ٢٨، ٣/٤٥٦

٨۔ تفسیر البغوی، سورہ فاطر، الآیۃ: ٢٨، ٣/٤٩٢

٩۔ تفسیر خازن، سورۃ فاطر، الآیۃ: ٢٨، ٣/٤٥٦، اور اسی میں ہے کہ قال مقاتل: أشد النّاسِ خشیةً لِلّٰہ أعلَمُھُم بِہ (٣/٤٥٦) ''یعنی، حضرت مقاتل نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی اشد خشیت رکھنے والے وہ ہیں جو اس کی زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں''

ثابت ہوا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' صرف باعمل علماء ومشائخ کے لئے ہے۔ مگر یہ لفظ چونکہ عُرف میں بڑا موَقر ہے یہاں تک کہ بہت سے لوگ اِسے صحابہ کرام ہی کے لئے خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا اِسے ہر ایک کے لئے نہ استعمال کیا جائے بلکہ اسے بڑے بڑے علماء ومشائخ ہی کے لئے استعمال کیا جائے، جیسے کہ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے۔ ملخصاً(١٠)

بعض لوگوں کے قول کی حیثیت

اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ غیر صحابہ کے لئے صرف ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے لیکن صحیح یہی ہے کہ اُن کے لئے بھی ''رضی اللہ عنہ'' کہا جاسکتا ہے چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

وأمّا ما قال بعض العلماء: إن قوله: "رضى الله عنه" مخصوص بالصحابة، ويقال في غيرهم: "رحمة الله" فقط، فليس كما قال: ولا يوافق عليه، (١١)

یعنی، اگرچہ بعض علماء نے کہا کہ یہ قول کہ ''رضی اللہ عنہ'' صحابہ کرام کے ساتھ خاص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے، ایسے نہیں ہے جیسے اِس قائل نے کہا اور اِس قول پر موافقت نہیں کی گئی۔

علامہ سید محمد ابوالسعود شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

قال بعضهم: لايجوز بل الرِّضى مخصوص بالصّحابة، ويقال لغيرهم "رحمه الله" فقط وقال النّووى: الصّحيح وعليه الجمهور استحبابه (١٢)

یعنی، اُن کے بعض نے کہا کہ (غیر صحابہ کے لئے) جائز نہیں ہے بلکہ

١٠۔ فتاویٰ فیض الرّسول، کتاب الحظر و الإباحة، ٢/٤٩٤، ٤٩٥

١١۔ کتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم باب الصّلاة على غير الأنبياء، فصل: يستحب الترضىٰ الخ ص ١٥٤، مطبعة دار البيان، دمشق

١٢۔ فتح المعين كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٣/٥٦٢، مطبوعة: مكتبة العجائب لزخر العلوم، كوئتة

''رضی اللہ عنہ''صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن کے غیر کے لئے فقط''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے اور امام نووی فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ جس پر جمہور علماء کرام ہیں وہ یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔(یعنی یہ ترتیب مستحب ہے)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی کے استاد علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی لکھتے ہیں:

ویقال لغیرهم: رحمه الله فقط، وقال النووی هذا غیر صحیح بل الصّحیح الذی علیه الجمهور استحبابه (۱۳)

یعنی، اُن کے غیر کے لئے فقط''رحمۃ اللہ علیہ'' کہا جائے تو امام نووی نے فرمایا یہ قول صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح وہی ہے کہ جس پر جمہور علماء ہیں وہ یہ کہ یہ(ترتیب) مستحب ہے۔

مستحب ترتیب

علماء کرام نے اِسے مستحب قرار دیا ہے کہ صحابہ کرام کے لئے''رضی اللہ تعالیٰ عنہ''اور اُن کے غیر علماء وصلحاء کے لئے''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہا جائے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزّی تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ،(۱۴) علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ (۱۵) اور علامہ شامی کے استاذ علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی(۱۶) لکھتے ہیں:

ویستحب التّرضی للصّحابة والتّرحّم للتّابعین ومن بعدهم من العلماء والعبّاد وسائر الأخیار

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے''رضی اللہ تعالیٰ عنہ''اور تابعین

۱۳۔ الحدیقة النّدیّة شرح الطّریقة المحمّدیة، ۹/۱

۱۴۔ تنویر الأبصار مع شرحه کتاب الخنثی، مسائل شتی ص ۷۵۹، مطبعة دار الکتب العلمیة، بیروت الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

۱۵۔ الدّرّالمختار، ص ۷۹۹

۱۶۔ الحدیقة النّدیة شرح الطّریقة المحمّدیّة، ۹/۱

عظام اور ان کے بعد کے علماء، عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

علامہ محمد ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

وقال فی "شرح المقدمة" للقرمانی: یستحب التّرضی للصّحابة والتّرحم للتّابعین ولمَن بعد مِن العلماء والعبّاد وسائر الأخیار (۱۷)

یعنی ''شرح المقدمہ للقرمانی'' میں فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' تابعین اور اُن کے بعد والے علماء عبّاد اور تمام اخیار کے لئے ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' کہنا مستحب ہے۔

اور علماء کرام نے اِس کے استحباب کی وجہ بیان کی ہے، چنانچہ علامہ ابوالسعود حنفی لکھتے ہیں:

والأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالتّرضی، لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضی من اللّٰه، ویبالغون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما لحقهم من الابتلاء من جهة أشدّ الرّضی، وللتّابعین بالرّحمة ولمَن بعدهم بالمغفرة (۱۸)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ اور علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری قادری حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ لکھتے ہیں:

ثم الأولیٰ أن یدعوا للصّحابة بالرّضا فیقول: "رضی اللّٰه عنه" لأنهم کانوا یبالغون فی طلب الرّضا من اللّٰه تعالیٰ، ویجتهدون فی فعل مایرضیه، ویرضون بما یلحقهم من الابتلاء من جهة أشدّ الرّضا، فهؤلاء أحق بالرّضا، وغیرهم لایلحق أدناهم، ولوأنفق مِل الأرض ذهباً، وللتّابعین بالرّحمة فیقول: "رحمهم اللّٰه" ولمَن بعدهم بالمغمرة والتّجاوز عنهم لکثرة ذُنوبهم، ولقلّة

۱۷۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵٦۲/۳

۱۸۔ فتح المعین، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، ۵٦۲/۳

اهتمامهم بالأمور الدّينيّة۔ واللفظ للزيلعي (١٩)

یعنی، پھر اَولی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ''رضی'' کے ساتھ دعا کرے پس کہے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں مبالغہ کیا کرتے تھے اور ہر اُس کام کے کرنے میں مبالغہ کرتے تھے کہ جس سے وہ باری تعالیٰ اُن سے راضی ہوجائے اور وہ اللہ عزّ وجلّ کی جناب سے لاحق ہونے والی آزمائش پر اللہ کی رضا کے ساتھ راضی ہوجائے، تو وہ ''رضی اللہ عنہ'' (کہے جانے) کے زیادہ حقدار ہیں اور اُن سے کم درجہ والا اُن کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا اگرچہ زمین بھر سونا خیرات کردے اور تابعین کے لئے ''رحمت'' کے ساتھ دعا کرے اور جو اُن کے بعد ہوئے اُن کے لئے کثرتِ ذُنوب اور اُمور دینیہ میں قِلّتِ اہتمام کی بنا پر اُن کے لئے مغفرت وتجاوز کی دعا کی جائے۔

اور اِس ترتیب کے استحباب پر دلائل کثیر ہیں چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دلائله أكثر مِن أن تحصر (٢٠)

یعنی، اس کے دلائل شمار سے باہر ہیں۔

اس ترتیب کا عکس

اور علماء کرام نے لکھا ہے کہ اِس ترتیب کا عکس بھی جائز ہے چنانچہ علامہ تمرتاشی لکھتے ہیں:

وكذا يجوز عكسه على الرّاجح (٢١)

١٩۔ تبيين الحقائق، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ٣٦١/٩، مطبعة دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٠هـ۔ ٢٠٠٠م، تكملة البحر الرائق، كتاب الخنثىٰ مسائل شتى، ٤٦٨/٧

٢٠۔ كتاب الأذكار ص ١٥٤

أيضاً الحديقة النّديّة شرح الطّريقة المحمّديّة، ٩/١

أيضاً فتح المعين على شرح الكنز لملاّ مسكين، ٥٦٢/٣

٢١۔ تنوير الأبصار مع شرحه، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى، ص ٧٥٩

یعنی، اِسی طرح راجح قول کے مطابق اِس کا عکس (یعنی اُلٹ) جائز ہے۔

اور اِس کے تحت علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں کہ:

التّرحم للصّحابة، والتّرضی للتّابعین، ومَن بعدهم (۲۲)

یعنی، عکس یہ ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ترحّم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) اور تابعین اور اُن کے بعد والوں کے (علماء وصلحاء) لئے ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہنا۔

اور لکھتے ہیں کہ:

قوله: "علی الرّاجح" ذکره القرمانی (۲۳)

یعنی، علامہ تمرتاشی کا قول کہ "راجح قول کے مطابق" اِسے علامہ قرمانی نے ذکر کیا ہے۔

یہی قول راجح ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب کا اُلٹ بھی جائز ہے اور علماء کرام لکھتے ہیں کہ ترحّم، وترضی کا استعمال بلا تخصیص جائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبرّ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

والذی اختاروا فی هذا الباب أن یقال: اللهم ارحم فلاناً واغفرله، ورَحِم الله فلاناً، غفرلهٗ، ورَضِی عنه ونحو هذا من الدّعاء له والتّرحّم علیه (۲٤)

یعنی، وہ جسے علماء کرام نے اِس باب میں اختیار کیا وہ یہ ہے کہ کہا جائے۔ اللهم ارحم فلاناً، اللّٰهم اغفِرله، رَحِم الله فلاناً، غفرالله له، رَضِیَ اللّٰهُ عنه، اور اِسی کی مثل اُس کے لئے دعا اور اُس پر ترحم۔

۲۲۔ الدّرّالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ص۷۵۹

۲۳۔ الدّرّالمختار شرح تنویر الأبصار، ص۷۵۹،

۲٤۔ الإستذکار، کتاب قصر الصّلاة فی السّفر، باب ماجاء فی الصّلاة علی النّبیّ ﷺ ۲،۳۶۸/۲،۳۲٤، مطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱٤۲۱ھ۔ ۲۰۰۰م

اور امام ابوالفضل قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی نقل کرتے ہیں کہ:

ویذکر من سواهم من الأئمة وغیرهم بالغفران و الرّضی کما قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (۲۵) وقال تعالیٰ: ﴿وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ (۲۶)

یعنی، ان کے سوا اور ائمہ وغیرہم کے ساتھ ''غفر'' اور ''رضی'' کا لفظ ذکر کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ اُن سے راضی''۔

اور دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

و یخصّ غیرهم من المؤمنین بالدّعا بالرّضا و المغفرة، و الرّحمة ، و کذا ذکرهم اللّٰه تعالیٰ، فقال: ﴿وَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾(۲۷) ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (۲۸) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (۲۹) ﴿وَ اغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا﴾ (۳۰) و ﴿وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (۳۱)، و لأن

۲۵۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۲۶۔ التوبة: ۱۰۰/۹، الشفاء بتعریف حقوق سیّدنا المصطفی ﷺ، القسم الثّانی، الباب الرّابع فی حکم الصّلاة، فصل فی الاختلاف الخ، ص ۲۸۷

۲۷۔ المائدة: ۱۱۹/۵ و التوبة: ۱۰۰/۹

۲۸۔ الفتح: ۱۸/۴۸

۲۹۔ الحشر: ۱۰/۵۹

۳۰۔ البقرہ: ۲۸۶/۲

۳۱۔ المؤمن: ۷/۴۰

مثل هذا هو المعروف من عمل الصّحابة، و الصّدر الأوّل (٣٢)

یعنی، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے غیر مؤمنین کو، رضا، مغفرت اور رحمت کی دعا سے خاص کیا جائے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر فرمایا، پس فرمایا: ''اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''۔ ''اللہ راضی ہو ایمان والوں سے''۔ ''اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے''۔ ''ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر''۔ ''اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں''

اس لئے بعض علماء نے ترضی، ترحم دونوں کے بلا تخصیص استعمال کو صحابہ و غیر صحابہ سب کے لئے مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

يستحب التّرضى و التّرحم على الصّحابة و التّابعين فمن بعدهم من العلماء وسائر الأخيارفيقال: رضى الله عنه، أو رحمه الله، ونحو ذلك (٣٣)

یعنی ''ترضی (یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا) اور ترحم (یعنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہنا) صحابہ، وتابعین اور جو اُن کے بعد علماء اور تمام اخیار میں سے ہوئے سب کے لئے مستحب ہے۔

محدّثین وفقہاء وعلماء کا عمل

اور جب مُحدّثین کرام، فقہاء کرام اور علماء عظام کی کُتُب کو دیکھا جائے تو اُن کی عبارت میں بکثرت ملے گا کہ انہوں نے غیر صحابہ کے لئے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اُن

٣٢۔ إكمال المعلم، كتاب الصّلاة، باب الصّلاة على النّبىّ ﷺ بعد التشهد، برقم: ٧٠ (٤٠٨)، ٢/٣٠٥

٣٣۔ كتاب الأذكار، كتاب الصّلاة على رسول الله ﷺ باب الصّلاة على غير الأنبياء الخ، فصل: يستحب التّرضى الخ، ص ١٠٥

میں سے چند فقہاء و محدِّثین اور اُن کی کُتب کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جن میں انہوں نے غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام المحدِّثین امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت اویس قرنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۳۴)

اور مُحدِّث کبیر حضرت شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی بخاری نے اپنی مشہور کتاب ''اشعة اللمعات'' میں حضرت اویس قرنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۳۵) اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں ہیں مگر ایسے تابعی ہیں کہ جن کی ملاقات بہت سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ سے ہوئی ہے۔ اور نبی ﷺ نے آپ کو ''خیر التابعین'' فرمایا ہے کہ ''صحیح مسلم'' (۳۶) میں ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابی نہیں ہیں اور ایسے تابعی (۳۷)

۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أُویس القَرنی رضی الله عنه، برقم: ۱۰۱/۵۵، ص ۱۲۲۸

۳۵۔ أشعة اللّمعات، کتاب الفتن، باب ذکر الشام و ذکر أویس القرنی، الفصل الأول، ۷۴۳/۴

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أُویس القرنی، برقم: ۲۲۴/۶۵۸۳۔ (۲۵۴۲)، ص ۱۲۲۸

۳۷۔ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کا انکار کیا اور ان صحابہ سے ملاقات کا بھی انکار کیا کہ جن سے ملاقات ثابت ہے وہ بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو مانتے ہیں اور حافظ ولی الدین عراقی سے امام ابوحنیفہ کے تابعی ہونے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمائے کہ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور تابعی ہونے کے لئے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل کر لینا ہی کافی ہے (تبییض الصحیفة، ذکر من أدرکه من الصحابة رضی الله عنهم، ص ۲۴، ۲۵) اور ملا علی قاری نے بھی حافظ ولی الدین عراقی کے قول کو نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حافظ عراقی نے حدیث شریف طوبی لمن رآنی الخ سے استدلال کیا (شرح شرح نخبة الفکر، التابعی، ص ۱۸۵) اور جسے صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے وہ تابعی کیسے نہیں ہو سکتا حالانکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''بے شک خیر التابعین وہ شخص ہے جسے اویس کہا جائے گا اور ان کی والدہ (حیات) ہوں گی''۔ الحدیث (رواہ مسلم فی فضائل الصحابة، باب من فضائل أُویس القَرنی رضی الله عنه، برقم: ۲۲۳/۶۵۸۲ (۲۵۴۲)، ص ۱۲۲۸) تو حضور ﷺ نے حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ کو خیر التابعین قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام کی

ہیں جن کی ملاقات صرف چند صحابہ سے ہوئی ہے(۳۸) اُن کو خاتم المحققین حضرت علامہ سید محمد امین ابن عابد شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے ''ردالمحتار'' میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۳۹) اور علامہ شامی نے اپنی اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت امام شافعی (۴۰) کو ''رضی اللہ تعالیٰ

زیارت کے علاوہ کوئی شئے آپ سے معروف نہیں یعنی کسی صحابی سے آپ کی کوئی روایت معروف نہیں ہے، صرف صحابی کی زیارت کا شرف حاصل ہو جانا ہی بہت بڑا افضل ہے اگر چہ وہ صحابی سے کچھ نہ سُنے کیونکہ امام طبرانی نے روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "طُوبٰی لِمَنْ رَآنِیْ، وَ طُوبٰی لِمَنْ رَأٰی مَنْ رَآنِیْ" الحدیث (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب فیمن رأى النبی ﷺ رآهم، برقم: ۱٦٤١٧، ٩/٥٥١) یعنی، خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے اُسے دیکھا جسے میں نے دیکھا"۔ اور امام نووی شافعی نے تابعی کی تعریف میں فرمایا کہ ''کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی صحبت حاصل ہو، اور کہا گیا کہ تابعی وہ ہے کہ جسے صحابی کی ملاقات کا شرف حاصل ہو اور یہی قول اظہر ہے۔ (تقریب النّووی مع شرحه، النوع الأربعون، ٢/٢٠٦) اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اپنی مشہور کتاب ''شرح نخبۃ الفکر'' میں اسی قول کو مختار قرار دیا کہ ''کسی شخص کے تابعی ہونے کے لئے صحابی کی روئیت (زیارت) کافی ہے۔ (شرح نخبة الفكر، التابعی، ص ۱۰۲) اور امام سیوطی لکھتے ہیں قال العراقی: و عليه عمل أكثر أهل الحديث (تدریب الراوی، النوع الأربعون، ٢/٢٠٦)

۳۸۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے امام ابو حنیفہ نے جن صحابہ سے حدیث روایت کی اُن کے بیان میں ایک جزء تالیف فرمایا اور اس میں ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے سات سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور وہ (۱) انس بن مالک (۲) عبد اللہ بن جزء زبیدی، (۳) جابر بن عبد اللہ، (۴) معقل بن یسار، (۵) واثلہ بن اسقع، (۶) عائشہ بن عجر رضی اللہ عنہم (تبييض الصحيفة، ذكر من أدركه من الصحابة رضى الله عنهم، ص ۲۲، ۲۳) یہاں پر سات کا ذکر کیا اور چھ کے اسماء بیان کئے گئے اور امام سیوطی نے نے عبد اللہ بن ابی اوفی اور عبد اللہ بن اُنیس کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ص ۲٤)

۳۹۔ مفتی جلال الدین امجدی نے اپنے فتاویٰ میں ''ردالمحتار'' مطبوعہ، دیوبند کے حوالے سے لکھا کہ علامہ شامی نے امام اعظم کو صرف پہلی جلد (ص ۳۵، ۳٦، ۳۷، ۳۸) میں کل چھ جگہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الحظر و الإباحة، ٢/٤٩٢)

۴۰۔ ردّالمحتار علی الدُّرّالمختار، المقدمة، مطلب: يجوز تقليد المفضول الخ، ١/١٣٥، ١٣٦

عنہ'' لکھا ہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے، (۴۱) حالانکہ یہ دونوں بزرگ تابعی بھی نہ تھے کہ امام شافعی کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور انتقال ۲۰۴ھ میں ہوا۔ اور حضرت تستری کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا۔

اور علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے اپنی مشہور کتاب ''درمختار'' میں حضرت امام ابوحنیفہ (۴۲) اور امام شافعی (۴۳) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک (۴۴) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی نہ تھے کہ اِن میں سے صرف امام ابوحنیفہ تابعی تھے، باقی دونوں تابعی بھی نہ تھے اور عبداللہ بن مبارک کی پیدائش ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی نے ''تفسیر کبیر'' میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے (۴۵)

شارح صحیح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ''صحیح بخاری'' کی شرح ''عمدۃ القاری'' میں امام اعظم امام ابوحنیفہ کو (۴۶) اور امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۴۷)

اور سید العلماء سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ نے اپنی مشہور تصنیف ''حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح'' میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔ (۴۸)

۴۱۔ ردالمحتار، المقدمة مطلب، يجوز تقليد المفضول الخ ۱۳۱/۱، مطبعة: دارالمعرفة، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

۴۲۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة، ص ۱۴

۴۳۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة، ص ۱۵

۴۴۔ الدُّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، مقدمة، ص ۱۴

۴۵۔ التفسير الكبير للرازى، ۳۸۲/۶

۴۶۔ عمدة القارى، مقدّمه، باب كيف كان بدء الوحى إلى رسول الله ﷺ، بيان اللّغة، تحت قوله: "وقول الله تعالىٰ" ۱۵/۱

۴۷۔ عمدة القارى، مقدّمه، باب كيف كان بدء الوحى الخ، بيان نوع الحديث ص ۲۲/۱

۴۸۔ حاشية الطّحطاوى على مراقى الفلاح، خطبة الكتاب، ص ۱۷، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، أيضاً ص ۱۱، مطبوعة: قسطنطنية و قديمى كتب خانه، كراتشى

اور امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' حضرت امام شافعی (۴۹) کو، امام ابوحنیفہ کو اور امام مالک بن دینار کو (۵۰) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرّات'' میں امام مالک کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۵۱)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ ''فتح الباری'' (۵۲) میں امام بخاری کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اِسی کتاب میں حضرت امام شافعی کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا۔ (۵۳)

امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے ''تبییض الصحیفہ'' میں امام ابوحنیفہ کو ''رضی اللہ عنہ'' لکھا (۵۴) اور اسی کتاب میں امام شافعی (۵۵) کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔

اور شارح صحیح مسلم امام ابوزکریا محی الدین یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے ''شرح صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں حضرت امام مسلم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا (۵۶) اور امام ابو

۴۹۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الأول فی فضیلة الأوراد، بیان أعداد الأوراد الخ، ۱۷/۲، و بیان اختلاف الأوراد الخ، ۲۹/۲، و الباب الثانی فی الأسباب المیسرة الخ، ۳۷/۲

۵۰۔ احیاء علوم الدین، کتاب ترتیب الأوراد الخ، الباب الثّانی فی الأسباب المیسرة الخ، فضیلة قیام اللیل، ۳۷/۲

۵۱۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخیرات، ص ۱۱، مکتبه ومطبة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۸م

۵۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الأول، ۷/۱

۵۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری، هدی السّاری مقدمه فتح الباری، الفصل الثانی، ۱۵/۱۔ و طبع السلفیة، ۶/۱

۵۴۔ تبییض الصّحیفه، ص ۱۷، مطبعه ادارة القرآن دارالعلوم الإسلامیه، الطبعة الثانیة ۱۴۱۸ھ

۵۵۔ تبییض الصّحیفة، سنة ولادة أبی حنیفة الخ، ص ۱۲۵

۵۶۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱۴/۱/۱، ۱۸ و فصل، ۱۹/۱/۱

عبد اللہ محمد بن الفضل الفراوی کو(۵۷)، اِسی طرح حافظ ابو القاسم دمشقی المعروف با بن عساکر کو (۵۸) اور امام ابو عمرو بن الصلاح کو (۵۹) میں ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے، جن کی ولادت ۲۰۴ھ میں ہوئی۔ اور ''کتاب الأذکار'' میں حضرت ابو علی فضیل بن عیاض کو(۶۰) اور حضرت ابو محمد سہل بن عبد اللہ تستری کو، حضرت ابو علی دقاق کو(۶۱) اور حضرت شیخ ابو بکر احمد بن محمد کو(۶۲) اور امام بخاری اور امام مسلم کو(۶۳) ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا جن میں سے کوئی بھی صحابی نہیں ہے، اور محدثِ کبیر حضرت شیخ عبد الحق دہلوی بخاری نے ''أشعۃ اللمعات'' میں حضرت امام شافعی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۴) اور اِسی کتاب کی اِسی جلد میں حضرت شیخ محقق نے امام بخاری کو بھی ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے۔(۶۵)

اور حدیث کی مشہور کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' کے مصنف حضرت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں صاحبِ مصابیح حضرت علامہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا(۶۶) جو تبع تابعی بھی نہ تھے کہ اُن کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔

اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری نے اپنی مشہور تصنیف ''نسیم الرّیاض'' میں حضرت علامہ قاضی عیاض کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۷) اور یہ بھی تبع تابعی نہ تھے

۵۷۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱/۱/۱۵

۵۸۔ شرح صحیح مسلم، مقدمة الإمام النووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱/۱/۱۵

۵۹۔ شرح صحیح مسلم للنّووی، مقدمة الإمام النّووی، فصل فی بیان اسناد الخ، ۱/۱/۱۹

۶۰۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲٤، مطبوعة: دارالبیان، بیروت، الطبعة الثالثة ۱٤۲٤ھ۔ ۲۰۰۳م

۶۱۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۲۵

۶۲۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳۲

۶۳۔ کتاب الأذکار للنّووی، ص ۳٤

۶٤۔ اشعة اللمعات مقدمه در احوالِ محدّثین، ۱۰/۱۶

۶۵۔ أشعة اللمعات، مقدمه در احوالِ مُحدّثین، ۱/۹

۶۶۔ مشکاة المصابیح، مقدمة المؤلّف، ۱۔۲/۲۰

۶۷۔ نسیم الرّیاض، مقدمة کتاب الشفاء، ۱/۱۶

چھٹی صدی ہجری کے عالم تھے کہ اُن کا انتقال ۵۴۴ھ میں ہوا۔

اور سیّد المحققین حضرت شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی بخاری نے ''اشعۃ اللمعات'' میں اور ''اخبار الاخیار'' میں کُل پندرہ مقامات پر حضور غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے(۶۸) جن کی ولادت ۴۷۰ھ اور بقول بعض ۴۷۱ھ میں ہوئی۔

اور امام المحدّثین ملا علی قاری نے ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت لیث بن سعد، حضرت امام مالک بن انس، حضرت داؤد طائی، حضرت ابراہیم بن ادہم اور حضرت فضیل بن عیاض وغیرہم کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین'' لکھا ہے،(۶۹) حالانکہ اُن میں سے کوئی صحابی نہیں ہے۔

اور عارف باللہ شیخ احمد صاوی مالکی نے اپنی ''تفسیر'' میں حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ شیخ احمد دردیر، علامہ شیخ امیر، علامہ شمس الدین محمد بن سالم حفناوی امام ابوالحسن شیخ علی صعیدی عدوی، علامہ محمد بن بدیری دمیاطی، علامہ نورالدین علی شبرا ملسی، علامہ حلبی صاحب السیرۃ، علامہ علی اجھوری، علامہ برہان علقمی، علامہ شمس الدین محمد علقمی، علامہ امام زیادی، علامہ شیخ رملی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، علامہ جلال الدین محلی اور علامہ جلال الدین سیوطی اِن تمام علماء کو ''رضی اللہ عنہم'' لکھا ہے(۷۰) جن میں سے کوئی صحابی نہیں۔

اور حضرت علامہ ابوالحسن نور الملّۃ والدّین علی بن یوسف شطنونی نے اپنی مشہور تصنیف ''بہجۃ الاسرار'' میں غیر صحابہ کو بے شمار مقامات پر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے اور ''ہدایہ'' میں صاحبِ ہدایہ کو اُن کے شاگرد نے کئی مقام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔(۷۱)

۶۸۔ اخبار الأخیار، ص۱۵، ۱۶، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲٤، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱٤

۶۹۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، خطبۃ الکتاب، ۸۱/۱

۷۰۔ حاشیۃ العلّامۃ الصّاوی علی تفسیر الجلالین، ۳۳/۱

۷۱۔ جیسے "الھدایۃ" کے کتاب الصلاۃ کے باب المواقیت (۱۔۲/۴۸) میں، اور اِسی باب کی "فصل فی الأوقات التی تکرہ فیھا الصلاۃ" (۱۔۲/۵۰) میں اور باب الأذان، (۱۔۲/۵۳) میں ہے۔

امام محمد المہدی بن احمد فاسی نے ''مطالع المسرّات'' میں صاحبِ دلائل الخیرات امام ابوعبداللہ محمد بن سلیمان جزولی سملالی حسنی کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا ہے (۷۲) حالانکہ امام جزولی صحابی نہیں کہ آپ کا وصال سولہ ربیع الأول ۸۷۰ھ کو ہوا۔

اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں: یہاں تک کہ عام دیوبندی وہابی جو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں اور غیر صحابہ کو ''رضی اللہ عنہ'' کہنے پر لڑتے جھگڑتے ہیں ان کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کو بھی ''رضی اللہ عنہما'' لکھا گیا ہے جیسا کہ تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۳۸ پر ہے، مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب ''رضی اللہ عنہما'' چند روز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔ (۷۳)

اِن تمام شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کا لفظ صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں ہے اگر یہ لفظ اُن کے ساتھ خاص ہوتا یعنی غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھنا جائز نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے محققین جو اپنے زمانے میں علم کے آفتاب و ماہتاب تھے یہ لوگ غیر صحابہ کو ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہرگز نہیں لکھتے۔

و اللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۷۲۔ مطالع المسرّات بجلاء دلائل الخيرات، ص۳، ۴، ۵، مطبوعه: شركة، مكتبه و مطبعه مصطفى البابى الحلبى و أولاده بمصر، الطبعة الثانية ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷م

۷۳۔ فتاویٰ فیض الرّسول، كتاب الحظر و الإباحة، ۴۹۲/۲

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایسے صحابہ کا ذکر ہو کہ جن کے والد بھی صحابی رسول تو اُن کے نام کو جب والد کے نام کے ساتھ یعنی صحابی بن صحابی لکھا جائے جیسے عبداللہ بن عمر یا صرف ابن عمر لکھا جائے تو اُن کے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا کافی ہوگا یا رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا ہوگا۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب صحابی بن صحابی مذکور ہو یا صرف ابن صحابی ہو دونوں صورتوں میں اُن کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھنا چاہئے تا کہ ''ترضّی'' دونوں کو شامل ہو جائے۔ چنانچہ امام ابوزکریا یحیٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

> فإن كان المذكور صحابياً ابن صحابيٍ قال: ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما و كذا ابن عباس، و ابن الزبير، و ابن جعفر و أسامة بن زيد و نحوهم، ليشمله و أباه جميعاً (۱)
>
> یعنی، میں اگر مذکور صحابی ابن صحابی ہو، کہے ابن عمر رضی اللہ عنہما، اور اسی طرح ابن عباس، ابن الزبیر، ابن جعفر، اور اسامہ بن زید اور ان کی مثل (کو رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا جائے) تا کہ رضی اللہ عنہ کہنا انہیں اور اُن کے والد سب کو شامل ہو جائے۔

وَ اللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

۱۔ الأذكار، كتاب الصلوٰة على رسول الله تعالىٰ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ، فصل يستحب الترضى الخ ص۱۵۲، مطبعه مكتبه دارالبيان، دمشق الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۳م

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے رضی اللہ عنہا یا علیہا السلام اسی طرح وازواج انبیاء علیہم السلام کہ جن کا اہل ایمان ہونا معلوم ہے اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے، اسی طرح حضرت لقمان اور حضرت ذوالقرنین کے بارے میں کہ وہ نبی تھے یا نہیں اور اُن کے نام کے ساتھ کیا استعمال کیا جائے؟

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: علماءِ کرام نے لکھا ہے راجح قول یہ ہے کہ حضرت لقمان اور ذوالقرنین نبی نہیں تھے اسی طرح حضرت مریم کے بارے میں بھی علماءِ کرام کا یہی قول ہے۔ جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے اُن کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اُن کے اسماء کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' استعمال کیا جائے، چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

فإن قيل: إذا ذكر لقمان ومريم هل يُصلّى عليهما كالأنبياء، أم يترضى كالصحابة والأولياء، أم يقول عليهما السلام فالجواب: أن الجماهير من العلماء علىٰ أنهما ليسا نبيين، وقد شذّ من قال: نبيّان ولاالتفات إليه، ولا تعريج عليه، وقد أوضحتُ ذلك فى كتاب "تهذيب الأسماء واللّغات" فإذا عرفتَ ذلك، فقد قال بعض العلماء كلاماً يفهم منه أنه يقول: قال لقمان أومريم صلى الله على الأنبياء وعليه أو عليها وَسلّم، قال لأنها ترتفعان عن حال من يقال: رضى الله عنه، لما فى القران العزيز مما يرفعهما، والذى أراه أن هذا لابأس به، وأن الأرجح أن يقال: رضى الله

عنه، أوعنها، لأن هذا مرتبة غير الأنبياء ولم يثبت كونهما نبيّين، وقد قال أمام الحرمين إجماع العلماء على أن مريم ليست نبيّة ذكره في "الإرشاد" ولو قال: عليه السلام، أو عليها، فالظاهر أنه لابأس به، والله أعلم، ولاحول ولاقوة إلا بالله العليّ العظيم (۱)

یعنی پس اگر کہا گیا کہ جب حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر کیا گیا تو کیا اُن پر انبیاء علیہم السلام کی طرح درود پڑھا جائے یا صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی طرح رضی اللہ عنہ یا رحمہ اللہ علیہ کہا جائے یا علیہما السلام کہا جائے۔ بے شک جمہور علماء اِس پر ہیں کہ دونوں نبی نہیں تھے، اور اُس کا قول شاذ ہے کہ جس نے کہا نبی ہیں، اور اُس شاذ قول کی طرف توجہ نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس پر تعرج ہے، اور میں نے اسے اپنی کتاب ''تہذیب الأسماء واللغات'' میں واضح کردیا ہے، پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو بعض علماء نے کلام کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے لقمان یا مریم صلی اللہ علی الانبیاء علیہ اوعلیھا وسلّم، کہا کہ یہ دونوں اُن کے حال سے مرتفع ہیں کہ جن کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں وہ مذکور ہے جو اُن کو بلند کرتا ہے، اور زیادہ راجح یہ ہے کہ اُن کے لئے کہا جائے رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیونکہ یہ غیر انبیاء کا مرتبہ ہے اور ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہے اور امام الحرمین نے فرمایا کہ علماء کا اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہیں ہیں، اُسے انہوں نے ''الأرشاد'' میں ذکر کیا ہے اور ان کو اگر علیہ السلام یا علیھا السلام کہے تو ظاہر ہے کہ اِس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ولاحول

۱۔ كتاب الأذكار الكتاب الصلاة على رسول الله ﷺ، باب الصلاة على غير الأنبياء الخ فصل، ص ١٥٤ مطبوعة دارالبيان دمشق، الطبعة الثانية ١٤٢٤هـ۔ ٢٠٠٣م

ولاقوة الا بالله العلی العظیم

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وکذا من اختلف فی نبوّته کذی القرنین ولقمان، وقیل یقال: صلی الله علی الأنبیاء وعلیه وسلم کما فی ''شرح المقدمة'' للقرمانی (۲)

یعنی اسی طرح (ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا مستحب ہے اِس کے لئے) کہ جس کی نبوّت میں اختلاف کیا گیا جیسے حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان اور کہا گیا کہ یوں کہا جائے صلّی الله علی الأنبیاء وعلیه وسلّم جیسا کہ ''شرح المقدمة'' للقرمانی میں ہے۔

اس صیغہ سے ''صلاۃ وسلام'' کا حکم اِس لئے دیا گیا تا کہ اُن پر ''صلاۃ وسلام'' تبعاً ہو جائے اور تبعاً صلاۃ وسلام پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أی لتکون الصّلاة علیه تبعاً فیکون ممّا لا اختلاف فیه (۳)

یعنی تا کہ اس پر صلاۃ تبعاً ہو جائے پس وہ اس میں سے ہو جائے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اور اگر کوئی اُن کے لئے کہ جن کا نبی ہونے میں اختلاف ہے علیہ الصلاۃ والسلام یا علیہ السلام بول دے تو اُس پر گناہ نہ ہوگا کیونکہ اُن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وظاهر قول المتن: ''ولایصلی علی غیر الأنبیاء والملائکة''

۲۔ الدرّالمحتار کتاب الخنثی، مسائل شتی ص۷۵۹ مطبعه دارالکتب العلمیه، بیروت البطعة الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۳۔ ردالمحتار کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی الطبعة الاولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ مطبعه دارالمعرفة، بیروت

وكذا كلام القاضي عياض السابق أنه لا يدعى له بالصّلاة، لكنه ينبغي عدم الإثم به لشبهة الاختلاف (٤)

یعنی دور متن (یعنی تنویر الابصار) کا ظاہر قول کہ ''غیر انبیاء، ملائکہ پر (بالاستقلال) درود نہ پڑھا جائے'' اور اسی طرح قاضی عیاض کا کلام جو سابق میں گذرا کہ اُن کے لئے (یعنی جن کی نبوّت میں اختلاف) صلاۃ کے ساتھ دعا نہ کی جائے لیکن اگر کوئی اس طرح کرے تو چاہیئے کہ شبہ اختلاف کی وجہ سے اس سے گناہ نہ ہوتا۔

یاد رہے کہ حضرت مریم کے غیر نبیہ ہونے پر اجماع منعقد ہے جیسا کہ امام نووی نے امام الحرمین سے نقل کیا ہے لہٰذا اُن کو بالاستقلال صلاۃ وسلام کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے بلکہ ترضّی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

وَ اللّٰه تعالیٰ أعلم بالصواب

٤۔ ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی ١٠/ ٥٢٠، مطبعه دارالمعرفه، بیروت

مآخذ و مراجع

۱۔ **الإحْسَان بتَرْتِيْب صَحِيْح ابن حبان**، رتّبه الأمير علاؤالدين على بن بلبان الفاسى (ت٧٣٩ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الثّانيّة ١٤١٧ھ۔ ١٩٩٤م.

۲۔ **اخبار الأخيار**، للشّيخ المحقق، الشّيخ عبدالحق بن سيف الدّين المحدّث الدّهلوى الحنفى (ت١٠٥٢ھ)، كتب خانه رحيميه، ديوبند.

۳۔ **إرشاد العقل السّليم إلى مزايا الكتاب الكريم= تفسير أبى سعود**

۴۔ **أشِعَّةُ اللّمعَات.** للدّهلوى، الشّيخ عبد الحق بن سيف الدّين المحدّث (ت١٠٥٢ھ)، المكتبة النُّورية الرّضوية، سكهر، باكستان ١٩٧٦ء۔

۵۔ **الأستذكار**، لابن عبدالبرّ، الحافظ يوسف بن عبدالله بن محمد القرطبى (ت٤٦٣ھ)، تعليق سالم محمد عطا وغيره، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١ھ، ٢٠٠٠

۶۔ **إكمال إكمال المُعلّم.** لآبى، الإمام محمد بن خليفة الوشتانى المالكى، (ت٨٢٨ھ)، ضبطه محمد سالم هاشم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٥ھ،١٩٩٤م

۷۔ **إكمال المُعلم بفوائد المسلم**، للإمام الحافظ أبى الفضل عياض بن موسىٰ اليحصبى، (ت٥٤٤ھ)، تحقيق الدّكتور يحىٰ إسماعيل، دارالوفاء، المنصورة، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٩ھ، ١٩٩٨م

☆ **أنوار التنزيل وأسرار التأويل = تفسير البيضاوى**

۸۔ **بريقة محمودية فى شرح طريقة محمديّة**، للعلّامة أبى سعيد الخادمى، (فرغ من تأليفه فى ١١٦٨ھ)، دارالإشاعت العربية، كوئتة

۹۔ **تبييض الصحيفة** بمناقب الإمام أبى حنيفة، للسيوطى، الإمام جلال الدين عبدالرّحمٰن الشافعى، (ت ٩١١ھ)، تعليق محمد عاشق الٰهى البرنى، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشى، الطبعة الثانية ١٤١٨ھ

۱۰۔ التّبيين. للفاربى، العلّامة قوام الدّين أمير كاتب بن أمير عمر الإتقانى الحنفى (ت۷۵۸ھ)، وزارة الأوقاف، الكويت، الطّبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

۱۱۔ تبيين الحقائق (شرح كنزالدقائق) للزيلعى، الإمام على بن عثمان الحنفى (ت۷۴۳ھ) دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۲۔ تدريب الرّاوى (فى شرح تقريب النّواوى)، للسّيوطى، الحافظ جلال الدّين عبدالرّحمٰن بن أبى بكر الشّافعى (ت۹۱۱ھ)، تحقيق الدّكتور أحمد عمر هاشم، دارالكتب العربى، بيروت، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

۱۳۔ تفسير ابن عاشور، للشيخ محمد طاهر ابن عاشور، مؤسسة التاريخ ،بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

۱۴۔ تفسيرُ ابن كَثِيْر، للعلامة عماد الدّين أبى الفداء إسماعيل بن كثير الدّمشقى (ت۷۷۴ھ)، دار الأرقم، بيروت.

۱۵۔ تفسير أبى السعود، للقاضى محمد بن محمد بن مصطفىٰ العمادى الحنفى (ت۹۸۲ھ)، تعليق الشيخ محمد صبحى حسن حلّاق، دارالكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م

☆ تفسير البغوى = معالم التّنزيل

۱۶۔ تفسير البيضاوى، للإمام ناصر الدين أبى الخير عبداللّٰه بن عمر الشيرازى الشافعى، (ت۶۹۱ھ)، دارإحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

☆ تفسير التحرير والتنوير = تفسير ابن عاشور

☆ تفسير الخازن= لباب التّأويل فى معانى التّنزيل

۱۷۔ تفسير روح البيان، للحقّى العلامة الشيخ إسماعيل البروسى (ت۱۱۳۷ھ)، تعليق الشيخ أحمد عزّوعناية، دارأحياالتراث العربى، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱

۱۸۔ تفسير روح المعانى، للعلامة أبى الفضل شهاب الدين السّيّد محمود الآلوسى البغدادى الحنفى، (ت۱۲۷۰ھ)، داراحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

١٩۔ تفسیر الخطیب الشربینی، للأمام محمد بن احمد الخطیب الشّربینی، (ت٩٧٧ھ)، تعلیق إبراهیم شمس الدین، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٥ھ، ٢٠٠٠م

☆ تفسیر القرآن لإبن کثیر= تفسیر ابن کثیر

٢٠۔ تفسیرُ القُرطبِی. الجَامع الأحکَام القُران. للقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری (٦٦٨ھ)، دار إحیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦ھ۔ ١٩٩٥ء۔

٢١۔ التفسیر الکبیر للرّازی. الإمام فخرالدّین محمد بن ضیاء الدّین عمر الشّافعی (ت٦٠٦ھ)، دارإحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة ١٤٢٠ھ، ١٩٩٩م.

٢٢۔ تفسِیرُ المَظْهَری، للقاضی محمد ثناء اللّٰه العثمانی الحنفی النّقشبندی (ت١١٢٥ھ)، تحقیق محمد عزّوعنایة، دار احیاء التّراث العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ۔٢٠٠٤ء.

٢٣۔ التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج، للدکتور وهبة الزّهیلی، دارالفکر، بیروت، الطبعة الثانیة ١٤٢٤ھ، ٢٠٠٣م

☆ تفسیر النّسفی= مدارک التنزیل. حقائق التأویل

٢٤۔ تقریب النّواوی (مع شرحه للسّیوطی) للإمام أبی زکریا یحی بن شرف الشّافعی (ت٦٧٦ھ)، تحقیق الدّکتور أحمد عمر هاشم، دارالکتب العربی، بیروت، ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

٢٥۔ تکملة البحر الرّائق (شرح الکنزالدقائق)، للعلامة محمد بن حسین بن علی الطّوری القادری الحنفی (ت١١٣٨ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ، ١٩٩٧م

٢٦۔ التّمهید لمافی الموطّا من المعانی والمسانید لابن عبدالبرّ، الحافظ یوسف بن عبداللّٰه بن محمد القرطبی (ت٤٦٣ھ)، تحقیق محمد عبدالقادر عطاری، دارالکتب العلمیة، بیروت،، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ، ١٩٩٩م

٢٧۔ تنویر الأبصار وجامع البحار فی فروع فقه الحنفیؒ مع شرحه. للتمرتاشی،

العلامة الشيخ محمد بن عبدالله بن أحمد الغزى الحنفى (ت۱۰۰۴ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، البطعة الأولىٰ ۱۴۲۳ھ.۲۰۰۲م)
☆ **الجَامع لأحكَام القرآن= تفسيرُ القُرطبِي**
۲۸۔ **حاشية ابن التمجيد**، للعلامة مصلح الدين مصطفى بن إبراهيم الرومى الحنفى (ت ۸۸۰ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م
☆ **حاشية ابن عابدين= ردّالمحتار على الدُّرّالمختار**
۲۹۔ **حاشية الشهاب** على تفسير. البيضاوى، للخفاجى، القاضى شهاب الدين أحمد بن محمد بن عمر الحنفى (ت۱۰۶۹ھ)، تخريج، الشيخ عبدالرّزاق المهدى، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۷ھ.۱۹۹۷م
۳۰۔ **حاشية الطحطاوى** (على مراقى الفلاح)، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوى الحنفى، (ت۱۲۳۱ھ)، ضبطه الشيخ محمد عبدالعزيز الخالدى، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷
۳۱۔ **حاشية الطحطاوى**، للعلّامة السيّد أحمد بن محمد الطّحطاوى الحنفى، (ت۱۲۳۱ھ)، قديمى كتب خانه، كراتشى، الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۷
۳۲۔ **حاشية العلّامة الصّاوى** على تفسير الجلالين، للعلامة الفقيه أحمد بن محمد الخلوتى المالكى (ت۱۲۴۱ھ)، داراحياء التراث العربى، بيروت الطبعة الأولىٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م
۳۳۔ **حاشية القونوى** على تفسير الإمام البيضاوى، للعلامة عصام الدين إسماعيل بن محمد الحنفى (ت۱۱۹۵ھ)، تخريج عبدالله محمود محمد عمر، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م
۳۴۔ **الحديقة النّدية** (شرح الطريقة المحمديّة). للنّابلسى، العلامة عبدالغنى الحنفى، هو من أساتذة مفتى محمد أمين الشامى الحنفى (ت۱۲۵۲ھ)، مكتبة الفاروقية، بشاور
۳۵۔ **حلبى كبير**، للعلّامة الشيخ إبراهيم الحنفى (ت۹۵۶ھ)، سهيل أكادمى، لاهور

٣٦۔ الدُّرُّالمختار (شرح تنویر الأبصار). للحصکفی، العلّامة علاء الدّین محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبدالرحمٰن الحنفی (ت١٠٨٨ھ)، تحقیق عبد المنعم خلیل إبراهیم، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٣ھ.2002م

٣٧۔ ردُّالمحتار علی الدُّرّالمختار. لابن عابدین، العلامة السیّد محمد أمین الشامی الحنفی، (ت١٢٥٢ھ)، تحقیق عبدالمجید طمعه حلبی، دارالمعرفة، بیروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠ھ، ٢٠٠٠م

٣٨۔ رمزالحقائق فی شرح کنزالدقائق. للعینی، الإمام بدرالدین أبی محمد محمود الحنفی (ت٨٥٥ھ)، المکتبة النّوریّة الرضّویة، سکهر، الطبعة الأولیٰ ١٤٠٣ھ، ١٩٨٢م

٣٩۔ سُنَن إبن مَاجَة، للإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن یزید القَزوِینی (ت٢٧٣ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ-١٩٩٨ء.

٤٠۔ سُنَن أبِیْ داوُد، للإمام سلیمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥ھ)، دار ابن حزم، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ-١٩٩٧ء.

٤١۔ سُنَنُ الدّارمِیْ، للإمام أبِیْ محمد عبداللّٰه بن عبدالرّحمٰن (ت٢٠٠ھ)، تخریج الشّیخ محمد عبدالعزیز الخالدی، دارالکتب العلمیة بیروت.

٤٢۔ السُّنَنُ الکُبریٰ. للبیهقی، الإمام أبی بکرأحمد بن الحسین الشّافعی (ت ٤٥٨ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ ١٩٩٩ء۔

٤٣۔ سُنَنُ النّسائی، للإمام أبی عبد الرّحمن أحمد بن شعیب الخُرَاسَانی (ت٣٠٣ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّانیّة ١٤٢٤ھ-٢٠٠٣ء.

٤٤۔ شرح صحیح مسلم. للهروی، العلّامة محمد الأمین بن عبداللّٰه الأرمی العلوی الشّافعی، دارالمنهاج، جدة، ودار طوق النّجاة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٣٠ھ، ٢٠٠٩م

٤٥۔ شرح جوهرة التّوحید. للباجوری، العلّامة الشیخ إبراهیم بن محمد بن أحمد بن الشّافعی، الشّیخ الجامع الأزهر، ١٢٧٧ھ، ١٨٦٠م، مکتبة الغزالی، حماة

٤٦۔ شرح الشّفا (للقاضی عیّاض)، الإمام الملّا علی القاری الهروی الحنفی

(ت۱۰۱۴ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

۴۷۔ **شرح شرح نخبة الفکر**، للإمام الملّا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی (ت۱۰۱۴ھ)، فاروقی کتب خانه، ملتان

۴۸۔ **شرح صحیح مسلم**. للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشافعی (ت۶۷۶ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰م

☆ **شرح صحیح مسلم للقاضی عیّاض = إکمال المعلم بفوائد المسلم**

۴۹۔ **شرح العلامة الزّرقانی علی المواهب**، للعلامة محمد بن عبدالباقی المصری المالکی (ت۱۱۲۲ھ)، ضبطه عبدالعزیز الهالدی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ، ۱۹۹۶

۵۰۔ **شرح نخبة الفکر**، للعسقلانی، الحافظ أبی الفضل شهاب الدّین أحمد الشافعی (ت۸۵۲ھ)، فاروقی کتب خانه، ملتان

۵۱۔ **الشفا بتعریف حقوق سیدنا المصطفیٰ** ﷺ للقاضی، الإمام أبی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المالکی (ت۵۴۴ھ)

۵۲۔ **شرح کتاب الفقه الأکبر**، للإمام الملّا علی القاری الحنفی، (ت۱۰۱۴ھ)، تحقیق علی محمد دندل، دارالکتب العلمیة، بیروت

۵۳۔ **صَحِیْحُ الْبُخَارِیُ**. للإمام أبی عبد الله محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت ۲۵۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۱ء.

۵۴۔ **صحیح مسلم**، للأمام مسلم بن الحجاج القشیری (ت۲۶۱ھ)، دارالأرقم، بیروت

۵۵۔ **عمدة القاری** (شرح صحیح البخاری)، للعینی، الشیخ الإمام العلامة بدرالدّین أبی محمد محمود بن أحمد الحنفی (ت۸۵۵ھ)، دارالفکر، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ، ۱۹۹۸م

۵۶۔ **غُنیَة المُمْتلیّ فی شرح مُنیَة المُصلّی = حلبی کبیر**

۵۷۔ **غیر انبیاء وملائکه کے لئے علیه السلام**، للأویسی، المفتی محمد فیض أحمد الحنفی القادری، قطب مدینة ببلشر، کراتشی

۵۸۔ فتاویٰ أمجدیة، لصدر الشریعة محمد أمجد علی الأعظمی الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، المکتبة الرّضویة، کراتشی، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ،۱۹۹۷م

۵۹۔ فتاوی فیض الرّسول، للمفتی جلال الدین أحمد الأمجدی الحنفی، شبیر برادرز، لاھور ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸م

۶۰۔ فتاویٰ قاضیخان (علی هامش الفتاوی الهندیة)، للإمام حسن بن منصور الأوزجندی الحنفی (ت۵۹۲ھ)، المکتبة الحقانیة، کوئته

۶۱۔ الفتاوی الهندیة، للشیخ نظام وجماعة من علماء الهند، المکتبة الحقانیة، کوئته

۶۲۔ فتح المعین علی شرح الکنز لملّا مسکین، للعلّامة السّیّد محمد أبی السّعود المصری الحنفی، مکتبة العجائب لذخر العلوم، کوئته

۶۳۔ الفتوحات الٰهیة بتوضیح تفسیر الجلالین للدّقائق الخفیّة، للعلّامة سلیمان بن عمر العجیلی الشافعی الشهیر بالجمل، دارالکتب، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳م

۶۴۔ فَتحُ البَاری شرح صحیح البخاری. للعسقلانی، الحافظ أحمد بن علی بن حجر الشّافعی (ت۸۵۲ھ)، تحقیق الشیخ عبدالعزیز بن عبدالله، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الثّالثة ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰م.

۶۵۔ القَولَ البَدِیْع فی الصّلاةِ علی الحَبِیب الشَّفِیْع. للسّخاوی، الحافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الشّافعی (ت۹۰۲ھ)، دارالکتاب العربی، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۰۵ھ،۱۹۸۵ء۔

۶۶۔ کشف الحقائق (شرح کنزالدقائق)، للعلامة عبدالحکیم الأفغانی (ت۱۳۲۶ھ)، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشی ۱۴۰۷ھ،۱۹۸۷م

۶۷۔ کنزالدقائق. للنّسفی، الإمام أبی البرکات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفی (ت۷۱۰ھ)، المکتبة العصریة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ،۲۰۰۵م)

۶۸۔ کتاب الأذکار، للنّووی، الإمام أبی زکریا یحیٰ بن شرف الدّمشقی الشّافعی (ت۶۷۶ھ)، تحقیق بشیر محمد عیون، دارالبیان، دمشق، الطبعة الثالثة ۱۴۲۴ھ،۲۰۰۳م)

۶۹۔ **کنز الإیمان فی ترجمة القرآن**، لإمام أهل السّنّة، الإمام أحمد الرضا بن نقی علی خان القادری الحنفی (ت ۱۳۴۰ھ)، مکتبة رضویة، کراتشی

۷۰۔ **لباب التّأویل فی معانی التّنزیل**، للعلامة علاؤالدّین علی بن محمد بن إبراهیم البغدادی الشهیر بالخازن (ت ۷۲۵ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۴م

۷۱۔ **مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر**، للمحقق الفقیه عبد الرّحمٰن بن محمد المدعوّ بشیخی زاده الحنفی (ت ۱۰۷۸ھ)، تخریج خلیل عمران المنصور، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۸م

۷۲۔ **مَجْمَعُ الزَّوَائِد** ومنبع الفوائد. للهیثمی، نورالدّین علی بن أبی بکر المصری (ت ۸۰۷ھ)، تحقیق عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیة، بیروت الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۱ء.

۷۳۔ **مدراک التنزیل** وحقائق التّأویل، للنّسفی. الأمام أبی البرکات عبدالله بن أحمد بن محمود الحنفی (ت ۷۱۰ھ)، دارالفکر، بیروت

۷۴۔ **مرقات المفاتیح** (شرح مشکاة المصابیح)، للإمام الملّا علی بن سلطانٍ محمد القاری (ت ۱۰۱۴ھ) الشیخ جمال عیتانی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱م

۷۵۔ **المُسْنَد**، للإمام أحمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ)، المکتب الإسلامی، بیروت.

۷۶۔ **مِشْکَاةُ الْمَصَابِیح**. للتّبریزی، الشّیخ ولیّ الدّین أبی عبد اللّٰه محمد بن عبدالله الخطیب (ت ۷۴۱ھ)، تحقیق الشّیخ جمال عیتانی، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳ء۔

۷۷۔ **مطالع المسرّات**، بجلاء دلائل الخیرات، للفاسی، الإمام محمد المهدی بن أحمد بن علی القصری، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطبعة الثانیة ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۸م

۷۸۔ **المصنف**، للإمام الحافظ أبی بکر عبدالرزّاق بن همّام الصنعانی (ت ۲۱۱ھ)، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰

۷۹۔ **المصنّف**. لابن أبی شیبة، للامام أبی بکر عبدالله بن محمد بن أبی شیبه

(ت۲۳۵ھ)، تحقيق محمد عوّامة، المجلس العلمی، ودار قرطبة، بیرو
الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶م

۸۰۔ المصنّف فی الأحاديث والآثار، لابن أبی شيبة، الحافظ عبدالله بن محمد (ت۲۳۵ھ)، تعليق سعيد محمد الحام (دارالفكر، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴م

۸۱۔ المفهم لِماأشكل من كتاب مسلم. للقرطبی، الحافظ أبی العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم (ت۶۵۶ھ)، تحقيق محی الدين ديب مستور أحمد محمد السيّد وغيرهما، دارابن كثير، بيروت، الطبعة الثالثة ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵م

۸۲۔ اُلمُوَطّا. إمام مالك بن أنس (ت۱۷۹ھ) برواية يحیٰ بن يحیٰ المصمودی، دار إحياء التُّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء۔

۸۳۔ معالم التّنزيل. للبغوی، الإمام أبی الحسين بن مسعود الفرّاء الشافعی (ت۵۱۶ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۴ھ، ۲۰۰۴م

۸۴۔ المَواهِب اللّدنية بالمِنح المحمَّديَّة، للقسطلانی، العلامة أحمد بن محمد (ت۹۲۳ھ)، تعليق مأمون بن محیّ الدين الجنّان، دارالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ۴۱۶ھ، ۱۹۹۶ء۔

۸۵۔ النّبراس شرحُ شرحِ العقائد، للفرهاروی، عبدالعزيز بن أحمد الحنفی، فيضی كتب خانه، كوئته

۸۶۔ نسيم الرّياض فی شرح شفاء القاضی عياض. للخفاجی، العلامة شهاب الدّين أحمد بن محمد بن عمر المصری (ت۱۰۶۹ھ)، تعليق محمد عبدالقادر عطا، دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱م

۸۷۔ الهِدَاية شرح بِداية المُبتدیٔ، للمرغينانی، برهان الدّين أبی الحسن علی بن أبی بكر الحنفی (ت۵۹۳ھ)، تعليق محمد عدنان درويش، دارالأرقم، بيروت.

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے۔ جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا